بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراب مغرب

تصنیف

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

یادگار شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

جسے

ملا محمد الواحدی دہلوی

نے

ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۴ ہجری النبوی

آٹھویں مرتبہ

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

۷۸۶

انتباہ و اطلاع

سراب مغرب کا دائمی حق اشاعت مصور غم علامہ راشد الخیری نے مجھے دیدیا ہے۔ اسلئے کوئی صاحب اسے یا اس کے کسی حصہ کو بطور خود چھاپنے کا ارادہ نہ کریں۔ ورنہ اخلاقی و قانونی جرم کے مرتکب ہوں گے۔ ہاں تاجران کتب سراب مغرب سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو معقول کمیشن پر اسکی جلدیں دفتر نظام المشائخ دہلی سے خرید سکتے ہیں؛

جس کتاب پر پبلشر کے قلمی دستخط نہ ہوں وہ مال مسروقہ سمجھی جائیگی۔

خاکسار محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظن المؤمنین خیرا، مسلمان کا یقین ایمان ٹھہرا۔ حسن ظن اسلام کی نشانی اور انسانیت کا ثبوت ہے۔ لاریب ہم کو میر احمد سے بدظن ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ان کا نام بڑا ان کے کام موزوں۔ ان کے اقبال بلند ہوں ان کے اعمال ٹھیک مگر یہ کہنا گناہ نہ ہوگا کہ حسن خاندان کی لڑکیاں رہتے مگر [illegible] اور سادات کی بات پر حرف نہ آنے دیا۔ جہاں تم بیٹھے دکھانے کے قابل عورتیں اور اللہ ہوکر آئے کے کونوں میں پڑھیا ہوئیں اور قبر والوں میں پہنچ گئیں۔ ہاں اکرم جہاں جیسی بچی کا حشر قیامت کا [illegible] ہے کہ ان کے پردہ پر ہو کیونکہ ان کے میٹھانے تمہاری چھوٹ سکا۔ تا ہم سکون جیسا ان باتوں کا ہم نے سچ قدموں پر شیعوں اور بدعتیوں نے اپنا اثر ڈالا۔ مگر ان کے بیٹی نہ دی تو لوٹ پھیر لیا۔ اماں جان کے دل میں یہ لگ گئی کہ ایک سیدانی کا گھونگھٹ۔ نئے ہاتھ سے اٹھا دیں مگر اس نے پورا نہ ہونے دیا۔ بیٹی تین دن کی بیاہی بیوہ ہوئی اور وہ بیٹی جس کے حسن کا شہر بھر میں شہرہ تھا سچ مچ باقی دنیا سے اٹھ گئی مگر دوسرے مرد کی صورت نہ دیکھی۔ خدا کی شان اس غیرت اور حمیت کا شخص ذرا اس کی حقیقی پوتی کا یہ انجام ہو۔ اس سے ہم کو کبھی انکار نہیں کہ مغربی سیلاب اور طرز جدید کی وہ ندیاں بھی ہندو ہندی چلی آرہی تھی اور ایک بہرا چھین کیا اگر تمام دنیا کے سید زادے زور لگا دیتے تو یہ طوفان رکنے والا نہ تھا۔ بہا کر ٹھہرنے والا نہ تھا۔ مگر میرا یقین ہے کہ باپ کا بیٹا گھر کا رئیس، ساری برادری کا نمائندہ کنبہ کا سرتاج اتنا تو ہو سکتا تھا کہ اس منزل کا مقام اس مسافر کا قیام اس تیج کی شام و رات آنے والا انجام کیا ہوگا۔ مسس پردہ بیٹیا عزیز نہیں

قریب نہیں دوست نہیں رشتہ دار نہیں اس کا بس چلتا تو وہ سادات کی آبرو بیچ بازار
کروا دیتی۔ میرا بچپن کو اس پر بھروسہ کرنے کی وجہ اور اعتماد کا سبب کیا۔ میر صاحب تو
وہ اس کے سزاوار تھے اور یہ اُن کے کردار کا نتیجہ اور اعمال کا انجام تھا مگر افسوس یہ ہے کہ ایک
سارا جل گندہ کر دیا اور اس نا سمجھ اولاد نے بڑوں کی آبرو اور بزرگوں کی عزت سب برباد
کر دی اور وہ اصل نسل سیدانیت کا خاندان چاند کی طرح چمک رہا تھا اُس پر ایسا کلنک کا
ٹیکا لگا کہ جب تک زندہ ہیں گردنیں نیچی اور زبانیں خاموش رہیں گی۔ ہماری آنکھوں نے جہاں [illegible]
کے کرتوت دیکھے وہاں یہی آنکھیں میر کاظم کا وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں کہ جو شرافت خاندان
سادات پر اس طرح چمک رہا تھا کہ سارا شہر اس کی روشنی سے جگمگا اٹھتا۔ میر کاظم کہنے کے
مسلمان نہ تھے اُن کا اسلام سچ مچ کا اسلام تھا اور وہ ایسے مسلمان تھے کہ آج ویسے مسلمان
نظر نہ آئیں گے انہوں نے بیوی کی جو قدر و منزلت کی اور بڑی چاہی کو جس عزت سے رکھا اب بھی
اس سے سبق لے سکتی ہے۔ پردہ بہنوں کے عاشق بھائیوں کے پروانہ ماں باپ کے فرمانبردار تھے شوہر [illegible]
کے آنا ہی نہ تھے اُن کی شفقت اور محبت دلسوزی اور ہمدردی نے ماؤں کو گھر اور لڑکیوں کو ماں
باپ بھلا دیئے ان کا فیض صحبت و صحبت کا اثر ایسا تھا کہ بیوی ایسی بیوی تھی جس کے
کے ساتھ محلہ بھر کی واویلا اٹھی اس کا دستر خوان اتنا عام تھا کہ بیسیوں پیٹ اس سے پلتے [illegible]
کرم اتنا وسیع تھا کہ دور دور کی بڑھیاں [illegible] اس کا شہرہ سنکر آتیں
اور بامراد جاتیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ دونوں میاں بیوی کی دعا ربنا آتنا فی الدنیا
حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ خالی نہ تھی اُن کی دنیا کچھ ایسی تھی کہ خدا تمام دنیا کو نصیب
کرے۔ برسات کے موسم میں جب اودی اودی اور کالی کالی گھٹائیں آسمان پر آتیں سبزہ کا فرش
[illegible] چاروں طرف بچھ جاتا سبز سبز لہلہاتے [illegible] ہر طرف [illegible] کی بیوی اپنے سارے
کنبے اور محلہ کو لیکر سید باغ [illegible] پردہ کا [illegible]
[illegible] سامنے کی [illegible]

لوگ سمجھاتے تو کہتیں بس اب جینے کا مزہ نہیں خدا عزت آبرو سے اٹھا لے۔ ارمان یہ تھا کہ
مرنے والے اپنے ہاتھ سے زمین کا پیوند کرتے۔ بس آئی تھی چارپائی نکلی مگر اللہ کو منظور نہ ہوا
اب بات یہ ہے کہ ان کی پائنتی پڑا ہوں۔ نتیجے میں ان کی ہزاری عمر ہو گئی خدا مجھ کو ان کا محتاج نہ کرے
سائیں راج ملتا رہے۔ پوتے لیے محتاج راج [illegible] ہے اسلئے بالکل کیا جانوں [illegible] کروٹ
کروٹ جنت نصیب کرے سب عیش کروا گئیں ان ہاتھوں میں ہزاروں آئے اور گئے
اب اللہ رکھے گھر والیاں آ گئیں ایسی ذرا [illegible] پوتے اور [illegible] گڑگڑا بیاں۔ اور اک تجھے
تو میرے فرشتوں نے بھی نہیں دیکھے نصیب جلا کا فقیر کے دروازے پر آنے کا حکم نہیں۔
رحمت والا فقیر دو کوس [illegible] سے اس جاڑے پالے اور [illegible] پہنچ کر یہ کھاتا
آتا تھا میں کیا اسے خزانہ دیدیتی تھی۔ [illegible]
سادیا۔ ایک دن کہنے لگا اگر بیمار پڑ جاتا تو خود جا کر پوچھتے تھے [illegible] ایک
صاحبزادے ہیں کہ غریب [illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آج بہن کے فقیر [illegible]
اور [illegible] خالی جانے [illegible]
[illegible]
[illegible]
کتابیں پڑھنے کا شوق [illegible] قرآن [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کنارے رکھ دیے جاتے ۔ کڑاہیاں چڑھ جاتیں ، جھولے پڑ جاتے ۔ جس وقت بیوی اپنی نند کو لے کر جھولے پر بیٹھتیں اور میراثنیں لہک لہک کر گاتیں ۔

پیارا رانی ، کوڑیاں کھول ۔ رس کی بوندال پڑیں
کھول بھوجیا کوڑیاں ۔ رس کی بوندال پڑیں
میری بھاوج ۔ کوڑیاں ، رس کی بوندال پڑیں

تو ایک ماما کشتی لیکر سامنے آتی اور بیوی اپنے ہاتھ سے خوان پوش اُٹھا کر سرخ چادر کا جوڑہ نند کو اُڑھاتیں ۔ یہ وہ وقت تھے کہ بہنیں ساون منانے بھائیوں کے ہاں آتی تھیں ۔ سسرال کا ایک ایک دن ان کو ایک ایک سال ہو جاتا تھا اور جب خدا خدا کر کے یہ زمانہ آتا تھا تو بھائی کے ہاں پہنچتی تھیں ۔ جھولے جھولتی تھیں نیگ لیتی تھیں اور یہ بہن بھائیوں کی وہ محبت ہوتی تھی جس کا اب نام و نشان بھی نظر نہیں آتا ۔ یہی وہ رسم جس کو امیر خسرو ان الفاظ میں ادا کر گئے ۔

نیم کی نبولی پکی ساون بھی کبھی آوے ہی گا
جیو سے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوے ہی گا

جھولا جھول کر کپڑے بدل بدلا بیوی سب کو لیکر کھانا کھانے بیٹھتیں ۔ پکوان کی ترتیب ، بادل جھوم جھوم کر آتے اور برستے ۔ گھٹائیں گھر گھر کر اٹھتیں اور مینہ پڑتا ۔ بیوی منہ کے آگے خاطر مدارات میں بچھی جاتی تھیں اور مہمان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتیں ۔ اسی حالت میں وہ موذن کی آواز خدائے واحد کی توحید کا ڈنکہ بجاتی اور کہتی نیک دنیا والو ! نیک عاقبت کا بھی فکر کرو ۔ سب وضو کر کے نماز پڑھتے اور اس خدا کا شکر ادا کرتے جس نے بخیر و خوبی اُن کو یہ دن اور یہ وقت دکھایا ۔

(۳)

جب باپ میر کلن کے سر زندگی کا سایہ اس خاندان سے اُٹھا تو گو بیوی کے پاس بیٹے اور بیٹیاں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں سب ہی موجود تھے مگر شوہر کی موت نے آنکھوں میں دنیا اندھیر کر دی

کہیں دیکھا کہ صبح سے شام تک سارا گھر ترقی ترقی پکارتا پھرتا ہے اور ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا
اس سے بھی آخر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ترقی ہو گیا بلا جو نماز کو گناہ اور روزے کو حرام کر دے۔ [illegible]
صاحب کی عورت تھی۔ وہ عورت کیا آئی ایک مصیبت آئی یہیں قوم کی [illegible]
ہمیشہ کی [illegible] ہم [illegible] پکار
رہے ہیں کہ قوم مر رہی ہے [illegible] اگر قوم مر رہی ہے تو [illegible] قوم ہی کو دیا ہوتا [illegible] میں اندر ہیں
[illegible] اور دنیا دونوں [illegible]
کچھ ڈھکا رکھی ہے [illegible] فقط چلنے کو رہ گئی ہے [illegible] اتنا کہا تھا اپنی چادر
دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ [illegible] کہ آپ نے [illegible] دل پڑے ہیں [illegible] کیسے ہو گی۔ ایسے
بیوی [illegible] اللہ انجام بخیر کرے۔

(۴)

[illegible] کی [illegible] ادا [illegible] واسطے [illegible] کرنا چاہیئے لیکن [illegible] نا چاہئے
[illegible] اگر [illegible] آگے زمانہ کی [illegible]
ضرورتوں کو سمجھ لیا تھا [illegible] سکتی ہیں [illegible] اور وہی [illegible] نظر [illegible]
[illegible] ضرور [illegible] ہونا چاہئے [illegible]
[illegible] خیالات [illegible] ضرور [illegible] مطالب [illegible]
[illegible] طرح [illegible] کہنا چاہتی ہیں۔

[illegible] ان کو [illegible] چلی جاؤں
[illegible] سارا گھر سر پر اٹھا لیا گھر
[illegible] جاؤں [illegible] کر دیگی۔
[illegible] شوق [illegible] اس کو [illegible]
[illegible] انگریزی [illegible] [illegible]

یاں اگلے زمانہ کی سیدھی سادی عورتوں کا رہنا مشکل ہے۔ آج کل کے شوہر تعلیم یافتہ بیوی پسند کرتے ہیں۔ ہم اماں کی وجہ سے اپنی بچی کی زندگی برباد نہیں کر سکتے۔ تم تیار ہو جاؤ میں ڈولیاں منگواتا ہوں۔

کہاروں نے آواز دی ماں بیٹیاں کپڑے بدل تیار ہوئیں تو ماں نے بیٹے سے آکر کہا۔

اچھن میاں تم کو ہماری زندگی میں ہی بھر میٹ ہو گئی ابھی تمہارے باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ تم ماں کی صورت سے متنفر اور عادتوں سے بیزار ہو گئے۔ دیکھو میں چار دن بیمار رہی اور پرسوں صبح کی پاؤ روٹی کھائے ہوئے ہوں۔ تم میرے محتاج نہیں۔ گھر والے اور اللہ رکھے سعادت قابل ہو مگر میرے بڑھاپے چونڈے کو الٹے استرے سے نہ مونڈو۔ آج یا دو دن نہ جیوں گی اور کچھ دن کی ہوا کھا رہی ہوں مجھ کو زمین میں گاڑ کر جو جی چاہے وہ کرنا۔ میں نے بالوں پر اعتراض نہیں کیا۔ شوق سے بنواؤ۔ خدا تم دونوں کو خوش و خرم رکھے صرف اتنا کہا تھا اور اب بھی کہتی ہوں کہ یہ رستہ ٹھیک نہیں اس کا انجام اچھا نہ ہوگا تم بہتیرا کرو میں منت کرتی ہوں میری زندگی تلخ نہ کرو اور خدا کے واسطے مجھے یہ دن نہ دکھاؤ کہ میری آنکھوں کے سامنے بہو اور پوتی دونوں کی دونوں اکیلیاں بھرے جلسہ میں چلی جائیں۔

اچھن۔ (ہنس کر) اماں جان آپ بھی کیا باتیں کرتی ہیں۔ اکیلے جانے کو کیا ہے وہاں کوئی ہوا بیٹھا ہے جو کھا جائے گا۔ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے۔ میں کیوں آپ کا مرنا چاہوں گا آپ ذرا غور کیجئے اور زمانہ کی رفتار دیکھئے اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کے بعد ہماری زندگیاں برباد ہو جائیں اور اکرم کو کوئی بر تک نہ پوچھے۔ آپ جا کر لیٹئے اور اس معاملہ میں چپ ہو لیجئے۔ یہ دونوں شام تک آ جائیں گی۔

ماں۔ میری عاجزی کا جواب یہی ہونا چاہیے تھا شاباش بیٹا شاباش بس بس چکی۔ دیکھوں گی یہ بھی کس کا بچہ ہے کہ ان دونوں کو بھیجے۔ خدا کی قسم اچھن اگر یہ دونوں ہال گئیں تو آج ہی ماں کا جنازہ اس صحن میں دیکھ لینا۔ غرض خدا کا کرنا یہی تھا جس کا پہلا اشارہ فتح کر گئی نہ

دیکھا آج کھلے خزانے عیسائیوں میں جاتے منھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھ ناک ہی یا کٹی۔ بیٹے کا ارمان اسی دن کو کرتے ہیں بہو میں اسی واسطے آتی ہیں کہ بزرگوں کی آبرو اور بڑوں کی آن بان پر پانی پھیر دیں۔ تیری ہستی کیا ہے اور تو بچتا کیا ہے تو سید نہیں چمار ہے تیری حمیت غارت ہو گئی تیری حیا رخصت ہوئی۔ یہ معصوم سیدانی کواری ہے اس کو پڑے لے کر جاتا اور دوسرا در لیتا تا ہے اس کی مدتی سی آبرو میری زندگی تک تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خون پانی ایک کر دوں گی اور خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں اس بھولی چڑیا پر اپنا خون قربان کر دوں گی تو بہو کا مختار ہے بسم اللہ کر جلسوں میں بھیج یا بازار میں بٹھوا رکھ تو ساس سسر کی اور کاٹی تو آتا یا ناکی؟ جاتے۔ ایک دفعہ نہیں سو دفعہ اپنے بزرگوں کا نام روشن کرے۔ مگر اس کے ساتھ تو میری عزت ہی کیا ہے ان رگوں میں میرا خون دوڑ رہا ہے۔ اس کی آبرو پر ایک حرف تمام خاندان کو برباد کر دے گا اور ایرانی سیدوں کی آبرو جن کے طفیل میں ٹکڑا مل رہا ہے دم بھر میں تباہ ہو جائے گی۔

دونوں میاں بیوی پہلے بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے مگر سیدانی کا جلال لیا دیا نہ تھا غصہ میں تھر تھر کانپ رہی تھی منھ سے جھاگ اور آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ لڑکی کا ہاتھ گھسیٹ اپنے دالان میں آ گئی اور خاموش لیٹ گئی۔

مرے اس بہو کی ماں جو ساس کے سامنے تو درکنار سسر کے پیچھے بھی ایک حرف زبان سے نکالا ہو۔ میاں نے بیوی کو اور بیوی نے میاں کو دیکھا مگر نہ وہ کچھ بولا نہ وہ اچھن اٹھ باہر چلدیا اور بیوی بیٹھ سینے پرونے لگیں۔

(۴)

بیٹی میری حالت روز بروز نہیں لمحہ بہ لمحہ خراب ہو رہی ہے۔ اچھن پرسوں ٹھوکر کھا کر گیا گھڑی گھڑی میرے پاس آیا تھا۔ میں کچھ کہنا چاہتی تھی نہ ٹھہرا چلا گیا۔ یہ میرا آخری وقت ہے۔ زندہ رہتی تو اکرم کو اپنے ہاتھ سے دلہن بناتی اور جو کچھ تاڑ کا پاس تھا اس کو دیدیتی

کہ اب جینے کی امید نہیں۔ لو یہ تھیلیاں لو ۔ صندوقچہ کا زیور تمہارا دیکھا ہوا ہے مگر چھوٹا
سی تھیلی میں سو اشرفیاں اپنی ماں کی رکھی ہیں۔ یہ میری امانت ہے خبردار خیانت مت کرنا
بچی کا دودھ ہے پہلے اپنا گھر بسانا اور نکاح کے وقت میری طرف سے زیور تحفہ دینا۔ ایک سو
تین اشرفیاں دینا کہ مجھ دکھیا کی طرف سے دیتا ۔

مشفق حبیب جہاں آرا ۔ آپ کیا فرما رہی ہیں۔ خدا آپ کو اپنے ہاتھ سے اس کو دلہن بنانا
نصیب کرے۔ اماں جان بیماریاں کیا ہوتی ہیں آپ اپنی ناامید ہو گئیں انشاء اللہ آپ کا
سایہ رہے۔ لیجئے بیٹی یہ ہو لیے وہ بیمار نہیں ہیں کہتے اسے جانتیوں کی پیر ہو گر کی مالک تھی
ہزاروں کی خود مختار وارث آج تمہاری دنیا پر گھر ڈالا ہے اس کی لاج رکھنا اور یاد رکھنا کہ
چاہے کچھ ہی گذر جائے مگر کسی بھرم میں فرق نہ آئے۔ بچی تمہاری دہلیز پر اور وہ چار پیسہ
کی میرا اسرہ تمہارے نزد پاس کچھ نہ ہو مگر یو امانت کہ میری آبرو حیثیت کی پڑیا لے
تک کلنک آتا ہے نہیں آنے دے اس کے ساتھ ہی ان کی تمام لیوا اب یہ بچی ہی جو تمہارے سپرد ہے اور جو کی
مالک تم ہو۔ دیکھو میرا سانس بگڑ رہا ہے تمام سب دلادو بیٹا میری آنکھیں اس وقت کہ
ڈھونڈ رہی ہیں یہ میری زندگی کی آخری گھڑیاں ہیں دنیا اور دنیا کی مصیبتیں ختم ہوتی ہیں
اس تمام عالم میں صرف ایک چیز تھی جس کو اپنا سمجھا جس سے بہت کچھ امیدیں تھیں کہاں تھا وہ
کون تھا وہ میاں اچھن سے جو ماں کو مرنے کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے دل تڑپ رہا ہے
آنکھیں ترس رہی ہیں مگر اس لال کی آواز کان میں نہیں آتی۔ یہ جان نہیں نکلتی ہم دم لیوا
ہوا یہ روح کھلتی ہوئی اور یہ سانس چلتا ہوا رخصت ہوتا۔ اگر یہ بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد مرحومہ کی زبان بند ہو گئی مگر آنکھیں کھلی رہیں ہاتھ پاؤں سمیٹ کچھ تو کچھ
دام آرہے تھے انتقال سے پہلی کہ پاس بلایا کلیجے سے لگایا اور بٹھا دیا کچھ دیر آنکھیں
کھولیں مسکرائیں اور دروازے سے خالی ہاتھ گلے سے لگا لیے ۔

یہ عالم نیبال ابا جان کی صورت تھی ماتھے کچھ دیر ایک گھڑی ہی ہوئی کہ آنکھ کھولی ...

اپنے پاس بلا کر پٹی پر بٹھایا اور کہا۔

ماں۔ بیوی مجھ پر رحم کر اور میرے لال کی صورت مجھے دکھا دے۔

مشرف۔ اماں جان وہ تو ابھی نہیں آئے۔

ماں۔ کیا وقت ہے؟ یہ کون چیخ رہا ہے۔

مشرف۔ رات آدھی گزر گئی چوکیدار بول رہے ہیں۔

ماں۔ دنیا اس وقت کو بھول نہیں سکتی وہ ماں جس نے اپنی ساری بہاریں بیٹا پر قربان کر دیں جس نے تکلیف کو تکلیف نہ سمجھا جس نے راتیں گنوا کر اور دن گزار کر ایک ننھی سی جان کو جوان دیکھا آج مرتے وقت دم واپسیں اس چاند سے چہرہ کو ترس رہی ہے اس ماں کی قیمت جب اچھن میر کلیجہ سے چمٹا ہو ساری دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔ مشرف خدارا اٹھ اچھن کو بلا میرا دم سینہ میں اٹک رہا ہے

ماں یہیں تک پہنچی تھی کہ اکرم نے باپ کی تصویر دادی کو دکھا دی۔ بیٹا سمجھ کر پیار کیا۔ کلیجہ سے لگایا اور ایک چیخ مار کر کہنے لگی۔

"اچھن میاں خدا حافظ"

روح نے عالم بالا کو پرواز کیا اور اس طرح مرنیوالی کا وہ ارمان کہ شوہر کی پائنتی جا پڑوں چند مہینے کے اندر پورا ہو گیا۔

(۵)

کیا بتاؤں بہن زندگی تو ان لوگوں کی ہے کمرہ منہ سے بول رہا تھا ہر چیز قرینہ سے رکھی سلیقہ سے سجی۔ لباس واہ واہ۔ گوٹہ نہیں ٹھپہ نہیں سیدھا سادھا دھوبی کا دھلا دھلایا۔ مگر سبحان اللہ کوٹھی کیا تھی جنت تھی مرنے کی اس عمر میں بیسیوں ہی بیبیاں دیکھیں غریب بھی اور امیر بھی مگر ایسا مزاج تو دیکھا نہ سنا احاطہ میں گھستے ہی آنکھوں میں تراوٹ آتی ہے پھول کھلے ہوئے گلاب مہکتا ہوا بیلیں چڑھی ہوئی مدرسہ کا یہ حال کہ چونا گچی کی عمارت میزیں کرسیاں استانیاں مامائیں کس کس کی تعریف کروں لڑکیاں کیا تھیں کوئی بجلی یا ایک۔ مگر جو تھی ایسی سیدھی سادھی

کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا۔ کیا مجال جو پہنچ پر بار ہو جائے۔ پھر اسی ایک عورت نے کتنی استانی چھوڑ
پڑھا رہی تھیں۔ بیٹی تو عیسائی مگر ہم ہی میں بیٹھنا۔ اس پر قربان کیسی نیک خلق کہ آدمی کا
اٹھنے کو جی نہ چاہتا ہے۔ یہ حال ہو جیسا ان لوگوں کو خدا نے ... عزت دے رکھی ہے۔
میاں۔ سات برس ماں جان کی بدولت یوں ہی برباد ہو گئے پھر اب بھی کچھ نہیں گیا
تم کل جا کر اس بچی کو تو داخل کرا آؤ۔ پر وہاں تمہاری مس پر سو ٹیڈ یا سے خود ملا تھا
باتیں طے کر آیا ہوں۔ ہر طرح کی انہوں نے ہامی بھر لی ہے۔ میں تو خود ہی مجبور تھا ... سے
تین چار برس میں کچھ تو سیکھ جائے گی۔
بیوی۔ ہاں نیت شب بخیر انشاء اللہ کل داخل کرا آؤں گی۔ کہنا ہے تو جی سے ملوا دیں گی۔
ان کے دام بھی دیوروں کی فیس داخلہ کیا۔
میاں۔ میں نے مس صاحب سے یہی کہہ دیا ہے کہ ہماری بچی کو انجیل نہ پڑھائی جائے اور
انہوں نے وعدہ بھی کر لیا ہے تم بچی کا کہا کر دینا۔
بیوی۔ تو کیا انجیل کیوں پڑھنے لگی۔ ... آپ ان سے بات چیت کر لو۔ ...
انجیل کیوں پڑھانے لگیں۔

(۴)

اچھن میاں خدا گواہ ہے اگر میرا غرض ... ہوتی تو ... ہو سکتا کہ اپنے بال بچے
زیور اور جائداد سب اپنا ترکہ ... میرا خدا دیکھتا ہے اگر میری نیت ... کہ ... قسم
... اپنا ... کچھ وصول کروں جب تک میرا وقت ... اور ... کے
موافق تھا جو کچھ میرے ہاتھ پاؤں سے ہو سکتا ... جو میرے خدا نے مجھ کو
عطا فرمایا ... کے موافق ... کی ... تھا ... آیا
جان کا ہاتھ تنگ تھا اور وہ ... پریشان ... کر ...
... اور الحمد للہ ... خوشی ہے۔

پر قربان کر دیتے۔ جب میرا پورا رشتہ ٹوٹ گیا اور جیون میں سے ماں کی بیٹی کی نظر تھی وہ بھی نہ رہا تو میری کل دنیا بھی
ختم ہوئی۔ پھر تمہاری تصویر تھی گذری، بہت اکیلا کر دیا۔ مگر میرا مقصد یہ ہے کہ خدا کا شکر ادا کروں کہ اس وقت
ایک کسی نے ان دونوں معصوموں کو بھائی سے الگ کرکے ترقی کے بیٹے پہنچی ہوں کسی کے آگے ہاتھ
نہیں پھیلایا۔ در در کی ٹھوکریں نہیں کھائیں۔ میں نے یہ نہیں کہتی کہ بچپن کیا گزری۔ مجھے شکایت
ہے تم نے اتنا یاد کرکے میری بات نہ پوچھی۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے تمہارے دم سے
میکے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں تمہارے رحم و کرم کی طالب ہوں اور عنایت شفقت کی خواہشگار
ہوں میرا بچہ بیمار ہے اس کے سینے میں ناسور ہے اور آج تین مہینے سے میرا تمام اثاثہ بک چکا ہے
ڈاکٹروں اور دواؤں میں۔ کتنے ایمان پر اکٹھا رہا تھا میرا سب ختم ہوا۔ روپیہ ہو چکا اور اب میرے
پاس اتنا نہیں کہ گھر جا کر ڈولی کا کرایہ دے دوں۔ اگر تم اس وقت اس جان کی اشرفیاں تمہارے
پاس امانت ہیں مجھ کو دے دو تو میں ان مصیبتوں سے بچ جاؤں۔ مجھے اپنا بچہ سب سے زیادہ
اور کیا رہ گیا ہے۔ اگر خدا کو اس بہانے سے اس کی جان بچانی ہے تو اس کا آپریشن کرا لینا
چاہیے۔ میں یہ سمجھوں گی کہ ان میں سے یہ روپیہ اپنے پاس سے دیا۔ بدنصیب ہوں لیکن بگڑی
اور بے آسرا ہوں۔ خوشی خوشی چلی جاؤں گی۔ دعائیں دوں گی، پھولو گے پھلو گے بیٹا ختم کر
مجھے آئے ہوئے بہت دیر ہو گئی۔ بیمار بچہ چھوڑ کر آئی ہوں۔ راہ دیکھ رہا ہوگا اور رو رہا ہوگا۔
بھائی۔ آپا مجھے تمہارے روپیہ سے انکار نہیں۔ بیشک تمہاری امانت کا میں ذمہ دار
ہوں مگر افسوس اتنا مجبور ہوں کہ وہ روپیہ میرے پاس صرف ہو گیا۔ انشاء اللہ پہلی
تاریخ کو شوق سے اپنا روپیہ لے جاؤ۔
بہن۔ تم نے میری ضرورت کو غور سے نہیں سنا۔ میری جان نکل رہی ہے میرا دم فنا ہو رہا
بچہ بیمار ہے اور دوسری۔ ہم کیا واسطہ میرا بچہ کیا ہے۔ میں ترس رہی ہوں تم کچھ تو مجھے اس وقت
دے دو کہ میں آپریشن کرا لوں۔
بھائی۔ تم سمجھ جاتی ہو۔ دیکھتی ہو کہ میں نوکری سے لئے باہر کا کمرہ بنوا رہا ہوں

شام کو ساٹھ روپے کی مدد ملتی ہے۔ اور پیسہ پاس نہیں۔ مجھے آخر دینا ہے نہیں دیتا اب دے دیتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ اس وقت تو معاف کرو۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو پہلی کو ان شاء اللہ منگوا لینا۔

نہیں۔ اچھن! میرے کلیجہ کو لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہ کروں گی لیکن اتنا سمجھ لینا کہ جس وقت یہ خبر شہر میں مشہور ہو گی کہ میر کلّن کا نواسا اور اچھن کا بھانجہ خیراتی اسپتال میں ماں لیے ہوئے پڑی ہے تو یہ عزت جو بنا رکھی ہے سب بگڑ جائے گی۔ اچھا ڈولی منگوا دو میں جاتی ہوں۔

رضیہ ڈولی میں بیٹھی تو امید کی خوشیاں جنہوں نے بچہ کی صحت کا یقین دلا دیا تھا ختم ہو چکی تھیں۔ سوچنے لگی کہ اللہ غنی دنیا اسی کا نام ہے جو بہن بیس ہزار کا ترکہ چھوڑ بیٹھی اس کو تین روپے بھی بھائی سے نہ دیئے گئے۔ گھر گئی اور خیال کیا کہ اسی ڈولی میں بچہ کو لیے ہسپتال چلی جاؤں۔ مگر پھوٹی کوڑی پاس نہ تھی۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹھ گئی۔

(۵)

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بود و باش میں اگر صرف اتنی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی کی بجائے میز کرسیاں، حقہ کے بدلے سگرٹ اور پانی کے عوض سوڈا۔ تو حاشا و کلّا ہم کو ہرگز ہرگز شکایت کا موقع نہ تھا۔ مگر رونا اس کا ہے کہ جب تک ماما چار کی تین پیالیاں اور ہاف بوائل انڈے نہ دے دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اٹھتے۔ غسل اور وضو کس کا کلّی تک کرنی نصیب ہوتی اور وہی رات کا باسی منہ نماز کے وقت چلنے لگتا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈولی آتی اور اکرم جہاں مدرسہ چلی جاتی۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھانے آتی اور پھر چلی گئی۔ اب کی گئی گئی پڑھائی ٹیوشن بیٹھ نہاتی... تاریخ ہر ہوا کبھی سات بجے کبھی آٹھ بجے آتی۔ تینوں کے کمرے الگ الگ مقرر ہو گئے تھے۔ میاں بیوی کے کمرے تو قریب قریب شریک تھے۔ مگر اکرم کے کمرے کا انتظام اچھن نے خاص طور پر کر دیا تھا کہ اس کی بلا

اجازت نہ خود ادھر جاتا نہ کسی اور کا جانا جائز رکھتا۔ اس کی ڈاک جس میں لوکل سہیلیوں کے خطوط
اور اخبار اور رسالے ہوتے باہر ہی سے باہر اس کے ہاتھ پہنچ جاتی۔ کھانا ایک وقت دیسی ہوتا
ایک وقت انگریزی گویا وہ خود ان سب باتوں کے اس انقلاب کے ایام ابتدائی میں یہ بھی دیکھا گیا ہے
کہ عشاء کی نماز بلا ناغہ تو نہیں مگر کبھی کبھی مشرف سے تو پڑھتی ہے۔ یہ سب کچھ دودھ کا اثر تھا یا کچھ دن اس
کی صحبت کا نتیجہ۔ مگر آگے چل کر تو نماز روزہ کس کا وہ مسلمان کے نام سے شرماتی تھی۔ ہاں جلسوں
میں نماز پڑھنے کے واسطے سب سے آگے اور سب سے پہلے تیار ہو جاتی۔

(۸)

ابا جان میری زندگی ہی تھی جو میں بچ گئی۔ پندرہ دن ایسے گزرے ہیں بس خدا کی
کوٹھی کیا تھی میں تو یہ سمجھتی تھی بہشت میں پہنچ گئی کیسی شفقت تھی۔ اماں جان بھی اتنا خیال نہیں
کر سکتیں۔ نماز کے وقت آتی تھیں۔ تھرمامیٹر لگایا نسخہ لکھا دوا پلائی اور چلی گئیں۔ آٹھ بجے
اپنے ساتھ آیا کو لیکر پھر آئیں۔ انڈے۔ چاء۔ دودھ چینی زبردستی اس محبت سے پلاتیں
کہ عمر بھر احسان نہ بھولوں گی۔ دس بجے پھر دوا دیتیں۔ بارہ بجے اپنے ساتھ کھانا کھلاتیں
نام کو تو ایک دو پیسے وزن کا تھا مگر دس روپئے بھی ہم روزانہ اٹھائیں تو یہ آرام نصیب نہیں ہو سکتا
شام کو کوٹھی کے احاطہ میں ساتھ لیکر ٹہلتیں۔ گرمی و سردی کا اتنا خیال رکھتیں کہ ذرا
ٹھنڈ ہوئی اور جھٹ گرم کپڑا پہنایا۔ اس گھر میں تو قیامت تک اچھی نہیں ہوتی۔
بھلا وہ کھلی ہوئی ہوا یہاں کہاں۔ مجھے تو یہ جیل خانہ معلوم ہو رہا ہے۔ گلی میں گھستے ہی وہ
بدبو آتی کہ خدا کی پناہ۔ تعجب آتا ہے کہ اگلے زمانہ میں لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ یہ
تنگ گھر اور میلی کوٹھریاں ہمارا دل تو ہوا کا گزر ہی نہیں اور ہے بھی تو میلی کچیلی گندی سڑی
اس پر اسے تو تندرست آدمی بیمار پڑ جائے۔ بیمار تو کیا خاک اچھا ہوگا۔ جب ہی تو پہلے
کثرت اموات کا یہ حال تھا کہ ہر دم ہیٹ ہڑا دھڑ اس لئے مرتی تھیں کہ تازی ہوا ان کے لئے قطعی حرام تھی۔
مسز اچھن سے خدا نے تمہاری جان بچالی۔ سب کچھ بھر پایا۔ تمہارا پھیپھڑا اپنے کا کمزور تھا

شام کو ساٹھ روپے کی ادائیگی ہے۔ اور پیسہ پاس نہیں۔ مجھے آخر دینا ہے جب تو دیتا اب
دے دیتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ اس وقت تو معاف کرو۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو کل پہلی
کو انشاء اللہ منگوا لینا۔

بہن سے اچھن میرے کلیجہ کو لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہ کروں گی لیکن اتنا
سمجھ لینا کہ جس وقت یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی کہ میر کلن کا نواسا اور اچھن کا بھانجہ خیراتی
اسپتال میں پلنگ لیے ہوئے پڑی ہے تو یہ عزت جو بنا رہے ہو سب بگڑ جائے گی۔ اچھا ڈولی
منگوا دو میں جاتی ہوں۔

رضیہ ڈولی میں بیٹھی تو امید کی خوشیاں جنہوں نے بچہ کی صحت کا یقین دلا دیا تھا
ختم ہو چکی تھیں۔ سوچنے لگی کہ اللہ غنی دنیا اسی کا نام ہے جو بہن بیس ہزار کا ترکہ چھوڑ بیٹھی
اس کو بیس روپے بھی بھائی سے نہ دیے گئے۔ گھر گئی اور خیال کیا کہ اسی ڈولی میں بچہ کو لیے
ہسپتال چلی جاؤں۔ مگر پھوٹی کوڑی پاس نہ تھی۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹھ گئی۔

(۵)

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بود و باش میں اگر صرف اتنی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی
کی بجائے میز کرسیاں۔ حقہ کے بدلے سگرٹ اور پان کے عوض سوڈا۔ تو حاشا وکلا ہم کو
ہرگز ہرگز شکایت کا موقع نہ تھا۔ مگر رونا اس کا ہے کہ جب تک ٹا چار کی تین پیالیاں اور
ہاف بوائل انڈے نہ دے دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اٹھتے۔ غسل اور وضو کس کا
کلی تک کرنی نصیب نہ ہوتی اور وہی رات کا باسی منہ نماز کے وقت چلنے لگتا۔ آٹھ بجے
کے قریب ڈولی آتی اور اکرم جہاں مدرسہ چلی جاتی۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھانے آتی
اور پھر چلی گئی۔ اب کی کئی گئی پڑھائی ہوئی ہیڈ مسٹرس تھی فارغ ہوا کبھی سات بجے کبھی
آٹھ بجے آتی۔ دونوں کے کمرے الگ الگ مقرر ہو گئے تھے۔ میاں بیوی کے کمرے تو قریب
قریب ضرور تھے۔ مگر اکرم کے کمرے کا یہ انتظام اچھن نے خاص طور پر کر دیا تھا کہ اس کی بلا

اجازت نہ خود اُدھر جاتا تھا نہ کسی اور کا جانا جائز رکھتا۔ اس کی ڈاک جس میں کل سہیلیوں کے خطوط اور اخبار اور رسالے ہوتے باہر ہی سے باہر اس کے ہاتھ پہنچ جاتی۔ کھانا ایک وقت دیسی ہوتا ایک وقت انگریزی۔ گویا وجود ان سب باتوں کے اس انقلاب کے ایام ابتدائی میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ عشاء کی نماز بلا ناغہ تو نہیں مگر کبھی کبھی مشرق نے تو پڑھی ہے۔ یہ سب کچھ دودھ کا اثر تھا یا کچھ ماں کی صحبت کا نتیجہ۔ مگر آگے چل کر تو نماز روزہ کس کا وہ مسلمان کے نام سے شرماتی تھی۔ ہاں جلسوں میں نماز پڑھنے کے واسطے سب سے آگے اور سب سے پہلے تیار ہو جاتی۔

(۸)

ابا جان میری زندگی ہی تھی جو میں بچ گئی۔ پندرہ دن ایسے گزرے ہیں بس خدا کی کوٹھی کیا تھی میں تو یہ سمجھتی تھی بہشت میں پہنچ گئی کیسی شفقت تھی۔ اماں جان بھی اتنا خیال نہیں کر سکتیں۔ نماز کے وقت آتی تھیں۔ تھرمامیٹر لگایا نسخہ لکھا۔ دوا پلائی اور چلی گئیں۔ آٹھ بجے اپنے ساتھ آیا کو لیکر پھر آئیں۔ انڈے۔ چاء۔ دودھ چینی زبردستی اس محبت سے پلاتیں کہ عمر بھر احسان نہ بھولوں گی۔ دس بجے پھر دوا دیتیں۔ بارہ بجے اپنے ساتھ کھانا کھلاتیں شام کو تو ایک وقت دیر سے کا تھا مگر دو پہر بھی ہم روزانہ اٹھائیں تو یہ آرام نصیب نہیں ہو سکتا شام کو کوٹھی کے احاطہ میں ساتھ لیکر ٹہلتیں۔ گرمی و سردی کا اتنا خیال رکھتیں کہ ذرا ٹھنڈ ہوئی اور ہم نے گرم کپڑا پہنایا۔ اس گھر میں تو قیامت تک اچھی نہیں ہوتی۔ بھلا وہ کھلی ہوئی ہوا یہاں کہاں۔ مجھے تو یہ جیل خانہ معلوم ہو رہا ہے۔ گلی میں گھستے ہی وہ بدبو آئی کہ خدا کی پناہ۔ تعجب آتا ہے کہ اگلے زمانہ میں لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ یہ تنگ گھر اور میلی کوٹھریاں جہاں اوّل تو ہوا کا گزر ہی نہیں اور ہے بھی تو میلی کچیلی گندی۔ خدا اس سے بچائے تندرست آدمی بیمار پڑ جائے۔ بیمار تو کیا خاک اچھا ہوگا۔ جب ہی تو پہلے کثرت اموات کا یہ حال تھا کہ عورتیں دھڑا دھڑ اس لئے مرتی تھیں کہ تازی ہوا ان کے لئے قطعی حرام تھی میم انجیلن سے خدا نے تمہاری جان بچالی۔ سب کچھ پھر پایا۔ تمہارا پھیپھڑا ہمیشہ کا کمزور ہے

اور اب ذرا احتیاط کرنا کہ ہوا نہ لگنے پائے۔

اکرم۔ اب تو جناب مجھے امتحان کی پڑی ہوئی ہے۔ پانچویں کا امتحان ہے۔ آج پہلی تاریخ ہو گئی تین انعام ہیں۔ اللہ کرے ایک تو میں انعام لاؤں۔ پہلے انعام میں ایسا خوبصورت رومال ہے کہ آپ دیکھیں تو کہیں کہ دنیا میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ دوسرے انعام میں دو جلد بندھی ہوئی کاپی اور دو کتابیں، تیسرے میں چاقو اور پنسل۔

میر اچھن۔ امتحان کس کس مضمون کا ہے؟

اکرم۔ عقل کی باتیں۔ اردو۔ خوشخطی۔

میر اچھن۔ خط تو تمہارا ماشاء اللہ اب بہت اچھا ہو گیا ہے۔ بنا بنا کر لکھو گی تو ضرور پاس ہو گی۔ اردو تم پڑھ ہی سکتی ہو۔ اور قرآن سے پڑھتی ہو۔ عقل کی باتیں ایک آنہ کی کتاب ہے گھنٹہ بھر میں حفظ ہو گی۔ لاؤ جن باتوں پر میں نشان کر دوں ان کو یاد کر لو۔ وہی دیکھ لینا امتحان میں آئیں گی۔

اکرم۔ انعام لانا کوئی بڑی بات ہے۔ محنت کی ضرورت ہے۔

(۹)

تم نے اپنے گزشتہ کنبہ بھر کی ناک کاٹ دی۔ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جو کسی طرح نہیں اٹھتے۔ گھر کی آبرو تم نے کھوئی۔ بزرگوں کا وقار تم نے برباد کیا۔ ماں باپ کی ناک تم نے کٹوائی۔ اسلام کی شان تم نے کھوئی۔ جس زمین پر صدیوں پشت ہا پشت خدا اور رسول کا کلمہ پڑھا جاتا تھا وہاں آج تمہارے رواج میں یسوع مسیح کے گیت گائے جاتے ہیں۔ تمہاری صورت پر لعنت۔ تمہارے چہرے پر پھٹکار۔ تمہاری حالت پر افسوس۔ مسلمان کا گھر تھی جہاں مہینوں اور برسوں [illegible] تعلیم کا مقصد الحقیقت ہم بھی یہی سمجھتے ہیں ترقی کی کوشش کی جائے اور اصلاح کی دھن رہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد لیکن مذہب [illegible] ترقی کا دعویٰ [illegible] گیا [illegible] انشاء اللہ [illegible] آیا [illegible] گیا۔

مرجاتی اور اس گھر کا رخ نہ کرتی مگر اس بیاہی کی مصیبت نے آنکھیں کھول کر دیکھو کہ وہ بے غیرت گو انہوں نے بہتیرے پیشے داد
نہیں مگر ماں باپ سے بڑھ کر اس نے ظالم تجھکو تجھکو رضیہ کو بیٹوں کو کھلایا پلایا۔ اس لئے بڑے سے چچا اور
باپ کچھ دودھ پلایا اور ماں نے تیری زندگی کو خون جگر سے سینچا اس کی ماں تو اندھی تھی مگر اس نے اپنی عقل
سے اس کو لگی نہ تھی لیکن اس نے اپنی شفقت سے تجھپر احسان فراموش تجھپر بیٹی نہ ہند پر قربان
کیں اس کی قدر کرنے والے مر گئے۔ مگر یہ بد نصیب ماں ان کو زندہ رکھتی تھی کہ جب تجھ جیسا
ناہنجار جو اس کی گود میں پلا تھا جوان ہو جائے تو اس کو گھر سے نکال دے اس کے حق
غارت کر دے اس کی عنایت پھونک مارے اس کی محبت کو آگ لگا۔ یہ اب بھی تیری خدمت کرتی تھی
مگر اس نے کہ بیمار کو ایک وقت ناز نہیں پر بیٹھی تو نے گھر سے نکال دیا اور تنخواہ ضبط کر لی مرضی
تیری باپ کی ہو ورنہ یہ ہی مصیبت ہے دنیا ہی اس تجھ سے گڑگڑا کر یہ نہیں رہتا ہمارا اپنی ماں کی
امانت مانگی اس کا بچہ پڑا تھا اس کی آنکھوں سے لہو ٹپکتا اور بیٹی اس کے آنسو بہتے تھے
گرے مگر تیرا پتھر دل نہ پسیجا۔ تو نے اس کا اور میرا دونوں کا عہد دبا لیا۔ مگر دیکھ آیا جب
اُف نہ کی۔ مگر یہ مظلوم ہی اس کا دل نہ دکھا۔ اس کی آہ تیرا کلیجہ اور زندگی غارت کر دیگی
ہو جائیگا۔ اٹھ اس کی تنخواہ قبر پر نہیں پڑی تو تیرے لئے اور تھے۔ مگر اس نے معافی مانگ اسکی
صورت دیکھ کیا کرتی ہے اس نے آنسو تیرے بہتے تو اس کا قصور نہ تھا۔ آپ نے
اس کے گلے سے لگ جا اس نے دکھ اٹھا کر آج کے دن کو کل نہ دیکھا۔ اگر تو نے اپنی
التجا سے آنسو خشک نہ کئے تو لکھ لے تیری ضد پر تیرا گھر بار تیرے بچے اور تیری
عزت سب تیرا مال متاع سب خاک میں مل جائیگا۔

(۱۰)

امید نہ ہو گی تو نا امیدی ہی ہو کہ میرا فرشتہ ان شاء اللہ امتحان ہی میں پاس ہو کر تمہیں انعام کی
لاؤں گی۔ آپ دیکھئے بیٹھے سوال کرتے ہیں کچھ اپنی شکل پر ہے۔
یا صبح اچھا پڑھا اور سوال کا جواب بتائی جائے۔

اکرم۔ لیجئے پہلے عقل کی باتوں والا پرچہ پڑھ لیجئے۔

سوال۔ عقل کی چار باتیں لکھو جو الگ الگ صفحے کی ہوں۔

دیکھئے میں نے اس کے یہ جواب لکھے ہیں۔

۱۔ خداوند کے حضور میں حاضر ہونے کیلئے ظاہری صفائی سے کچھ نہیں ہوتا جبتک دل صاف نہ ہو۔

۲۔ بہت سے جادوگر دنیا میں ایسے پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے شعبدوں سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا اور بعض نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔

۳۔ جن لوگوں نے تلوار کے زور سے یا لوٹ مار کے بھروسہ پر اپنے دعوے منوائے اُن کا مذہب پائیدار نہیں۔

۴۔ مرنے کے بعد اے خداوند تیرے باغوں میں وہ آرام کریں گے جنہوں نے دنیا میں تیری پرستش کی۔

پاپا۔ بہت ٹھیک چاروں باتیں تم نے خوب لکھیں۔ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہیں اور اس میں تم اول نمبر کی پاس ہوگی۔ اب دوسرا پرچہ سناؤ کاہے کا ہے۔

اکرم۔ دوسرا پرچہ اردو کا ہے۔ صرف دو سوال تھے۔ زہرہ کی بابت تم کیا جانتی ہو۔ پاربتی کیسی عورت تھی؟ پاربتی کے حالات اچھی طرح تو یاد نہ تھے۔ ہاں زہرہ کے حالات میں نے خوب لکھے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے اس کے بیان سے ہمدردی ہے۔ کہئے تو کچھ سنا دوں۔

پاپا۔ ہاں ضرور۔

اکرم۔ اس کا پورا قصہ تو بڑا ہے مگر جو کچھ لکھ آئی ہوں اس کا خلاصہ آپ کو سنا دیتی ہوں۔ سنئے زہرہ شمالی ہندوستان کے ایک مشہور تاجر کی لڑکی نہایت خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی جب وہ پانچ سال کی ہوئی تو ماں باپ کو اس کی تعلیم کا فکر ہوا۔ پڑوس میں ایک اندھی استانی رہتی تھی جس کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں میلے کچیلے ٹاٹ پر محلہ کی چار پانچ لڑکیاں

پڑھایا کرتی تھیں۔ انہی دنوں ایک لڑکی کو کھجلی کا مرض تھا زہرہ یہاں بٹھادی گئی۔ چھ مہینے ہی ہوئے تھے کہ پھر بیمار پڑ گئی اور کھجلی لگ گئی۔ ماں باپ نے بہت علاج کئے مگر کوئی صورت فائدہ کی نظر نہ آئی بپٹسٹ مشن کی ہیڈ مسٹریس مس کلم صاحبہ جو دن رات انسانی خدمت میں مصروف رہتی تھیں گھومتی پھرتی یہاں بھی پہنچیں اور مرض کی تہ کو سمجھ کر لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ ماں باپ ان کے احسانات کے بہت ممنون تھے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے جو مشن کی تعلیم یافتہ تھیں باوجود مرض متعدی ہونے کے اپنی حفاظت کی پروا نہ کی اور تن دہی سے علاج شروع کر دیا۔ زہرہ تھوڑے روز میں اچھی ہوگئی اور یہ مشن میں بٹھادی گئی جہاں اس نے نہایت شوق اور محنت سے تعلیم حاصل کی وہ امتحانوں میں ہمیشہ اول پاس ہوئی اور اپنی غربت اور خوش خلقی سے اس نے بڑی مس صاحبہ کے دل کو ایسا فتح کیا کہ وہ ہر وقت اس کو اپنے پاس رکھتی تھیں۔ جب اس کی شادی کا وقت آیا ہے تو مس صاحبہ نے نہایت تزک و اہتمام سے اس کو مشن سے رخصت کیا اور وداع کے روز اس کو نہایت قیمتی نصیحتیں کیں۔ افسوس اس کا ہے کہ ایسی خوبصورت تعلیم یافتہ لڑکی جس سے بہت کچھ امیدیں لگی ہوئی تھیں دنیا میں خوش نہ رہ سکی۔ اس کا شوہر چونکہ مسلمان تھا اس نے ایک اور بیوی کر لی۔ یہ صدمہ زہرہ کے دل پر ایسا بیٹھا کہ وہ زیادہ زندہ نہ رہ سکی اور نامراد و ناشاد دنیا سے اٹھ گئی۔

پاپا۔ تمہارا پاس ہونا یقینی ہے اور ضرور تم کو انعام ملیگا۔ دوسرا پرچہ کس مضمون کا تھا۔

اکرم۔ خوشخطی یا وہ ان ہی دو پرچوں کی تحریر سے دیکھی جائے گی۔

پاپا۔ بس تو اب تم بے فکر ہو گئیں۔ کتنے روز کی چھٹیاں ہوئیں۔

اکرم۔ سکول ایک ہفتہ کے واسطے بند ہو گیا۔ مگر آج شام کو مس صاحب سب لڑکیوں کو لیکر آؤٹینگ کو جائیں گی۔ ٹینس آج نہ ہوگا۔ ہاں کل ایک میچ ہے وہ دیکھنے کے قابل ہوگا۔ خدا کرے ہم لوگ جیتیں۔

(۱۱)

”کل جمعہ کو ایک مس صاحبہ کی خوشی میں ہم سب [illegible] پارٹی [illegible] تشریف فرمائیں گی

آپ سے درخواست ہے کہ براہ عنایت ۴½ بجے تشریف لاکر اس پارٹی میں شریک ہوں اور ہماری عزت افزائی فرمائیں" مسز شرف جہاں بیگم

مس صاحب کی تشریف آوری اور پارٹی کی خوشی میں دونوں ماں بیٹیوں و دیگر میم صاحبات کو رات بھر نیند نہ آئی۔ علی الصباح تینوں اُٹھ بیٹھے ماں بیٹیاں اندر کا اور ملازم چھوٹن باہر کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ دو بجے سے پہلے ڈرائنگ روم سج سجا کر طیار ہو گیا۔ رنگ رنگ کے پھول قسم قسم کے گملے طرح طرح کی بیلیں کمرہ کی رونق بڑھا رہی تھیں دروازہ پر ویلکم سرخ تختہ پر خوبصورتی سے لگایا گیا اور تین بجے سے ڈولیاں اُترنی شروع ہو گئیں وقت مقررہ پر مس صاحب تشریف لائیں اور کھانا پینا شروع ہو گیا۔ دو ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک بیوی میلا سا برقع اوڑھے گھر میں داخل ہوئیں۔ اکرم سمجھی کوئی ماما ہے مگر وہ بیگمیت برقع اوڑھے ہی اوڑھے کھونسڑا جوتیوں سے سپڑ سپڑ کرتی آگے آئیں اور اندر پہنچ کر زور سے سلام علیکم کہکر کرسی گھسیٹ اس پر بیٹھ گئیں۔ کرسی اس طرح واقع ہوئی تھی کہ بیچ میں برقع والی سیدھے ہاتھ پر اکرم اور الٹے طرف مس صاحب ان بیوی کو دیکھ کر جلسہ کی خوشی اور مس صاحب کی فرحت سب بھول بھلا اکرم زمین میں گڑ گئی۔ دو چار لقمہ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ کہنے لگی آپ کے برقع میں سے بو آرہی ہے اس کو اُتار دیجئے۔

برقع والی۔ تمہارے اس گردن کے پٹے میں سے بساند آرہی ہے اس کو نہیں اُتار کر پھینک دیتیں۔

اکرم۔ آپ ادھر آکر اس کرسی پر بیٹھ جائیے مس صاحب کے پاس سے ہٹ جائیے۔

برقع والی۔ ان ہی کو کیوں نہ ہٹا دو۔

اکرم۔ ممکن ہے مس صاحب کو آپ کا بیٹھنا ناگوار ہو۔

برقع والی۔ اور مجھے ہی کب ان کا بیٹھنا پسند ہے۔

اکرم۔ آپ اپنی حیثیت پر نظر ڈالیے۔

برقع والی۔ تم اپنی صورت پر غور کرو۔

اکرم۔ آپ کو بلایا کس نے۔

برقع والی۔ مشرف جہاں بے غیرت نے۔

اکرم۔ آپ کا نام۔

برقع والی۔ آپ کو اس سے کیا کام۔

اکرم۔ آپ نے آج کا جلسہ منتشر کر دیا۔

برقع والی۔ تم نے گھر بلا کر میری سخت توہین کی۔

مشرف۔ بوا فضل النسا تم میرے پاس آ جاؤ۔

فضل النسا۔ نہیں بیوی میں گھر جاتی ہوں۔ بیٹی کہیں نکلتی ہی نہیں جب سے کارخانہ میں آگ لگی سب جگہ کا جانا ہی چھوڑ دیا تم کو دیکھے آٹھ نو برس ہو گئے تھے تمہارا رقعہ گیا چلی آئی۔ تقدیر کی بے عزتی تھی اتنی بیویوں میں ہو گئی۔ طیش میں اُٹھی تھیں کہ برقع پاؤں میں اٹکا اور دھڑام سے مس صاحب پر گریں اور اس زور سے ٹکر ہوئی کہ مس صاحب بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

اکرم۔ دیکھئے مس صاحب کے کیسی چوٹ آئی ہے۔

فضل۔ اُن کے کیا خاک لگی۔ لگی میرے ہے کہ سر جھنجھنا گیا بجلی سی چمک گئی وہ تو مسی کے چپ ہو گئیں۔ یہاں موت کا مزا آ گیا۔

فضل النسا کا گرنا تھا کہ کتا جو مس صاحب کے پاؤں میں لیٹا تھا بھونکتا ہوا اُٹھا۔ کتے کا بھونکنا تھا کہ فضل النسا چیخ مار کر پیچھے ہٹیں اور اس زور سے میز پر گریں کہ ٹانگیں مس صاحبہ کے منہ پر اور برتن نیچے۔

(۱۲)

قدرت نے مرد اور عورت دونوں کو برابر پیدا کیا پیدائش کے وقت جو دو ہاتھ پاؤں

جو آنکھ ناک لڑکے کی ہوتی ہے وہی لڑکی کی مگر مردوں کا ظلم اس سے زیادہ کیا ہو سکتا کہ انہوں نے عورت کو عضو معطل بنا کر گھر میں قید کر دیا گویا یہ خیال ہے کہ قدرت منظر اور قدرت کی دستکاری صرف مردوں ہی کے واسطے ہے عورت کا اس کو دیکھنا حرام ہے وہ صرف اس لئے بنائی گئی ہے کہ مرد کی نگرانی میں رہے اس کی روٹی پکائے اور گھر کے کام دھندے ہی میں مصروف رہے۔

مشرف جہاں - بیٹی اب وہ زمانہ آیا ایسے نہیں رہے کہ ہم آزادی سے باغ کی سیر و تفریح نہ کریں باقی سارے جہان کے مرد کیوں ہماری ہم رنگوں پر ظلم کرنے لگے۔ اپنے ابا ہی کو دیکھ لو ساری دنیا میں گھوم آئے ہیں مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ عورتیں پردہ میں بند رہیں ظلم تو یہ ہے اور یہ ہوس تک نہ کریں۔ تمہارے دادا ایسے نہ تھے مگر تمہاری دادی کی اتنی مجال تھی کہ وہ قدم تو اُن سے پیچھے چلی جائیں۔

اکرم - اماں جان ذرا اس پھول کو تو دیکھو واہ واہ کیا تیری قدرت ہے پانچ رنگ ہیں لال ہرا کالا کالے میں سفید اور پھر نیلے سفید میں لال اور لال میں پیلا۔

مشرف جہاں - سبحان اللہ کس کس چیز کو دیکھ کر دل خوش کریں سامنے دیکھو شفق پھول رہی ہے۔ بادلوں پر کیا رنگ چھایا ہے واہ واہ۔

اکرم - اماں جان کیا دادی اماں بھی کبھی سیر کو نہیں جاتی تھیں وہ ہمیشہ قید ہی رہتی تھیں۔

مشرف - ہاں تمہارے دادا پردہ کے تو اتنے پابند تھے کہ مرتو جی گھبرا جاتا تھا وہ تو یہ فکر لگائے رکھتے تھے کہ عورت کی نظر کسی مرد پر نہ پڑے۔ ڈولی کے پردے پر ایک اور چادر لپیٹی جاتی تھی اور کہیں آنا جانا ہوتا تھا تو جانا کیا ایک مصیبت ہوتی تھی۔

اکرم - دادی اماں بارہ مہینے بیمار رہتی ہوں گی - لیجئے وہ مس صاحبہ بھی آ گئیں۔

مس - مشرف جہاں بیگم آپ نے یہ پارک کا خطہ ملاحظہ فرمایا ایسی اچھی جگہ ہے آپ صبح و شام کے وقت ذرا یہاں آیا کیجئے آپ کی سانس کا مرض صرف آپ کے ہر وقت گھٹ رہنے سے ہوا۔ اگر آپ تازی ہوا کھائیں گی تو بہت جلد آپ کو آرام ہو جائیگا۔

مشرف۔ جہاں میں ضرور انشاء اللہ آؤں گی۔
مس حنا۔ آپ منہ پر نقاب ڈال لیجئے۔ ہمارا خانساماں آرہا ہے۔ گھبرائیے نہیں وہ یہاں تک نہیں آسکتا اس کو حکم ہے کہ جب کوئی لڑکی ہمارے ساتھ ہو تو وہ دور سے بات کرے۔
مشرف۔ یہ آپ کا بہت اچھا انتظام ہے۔

(۱۳)

مسٹر حسین کی چھوٹی بہن صفیہ رانڈ تو کبھی کی ہو چکی تھی جب بچی کی فکر سے بھی سبکدوش ہوئی اور لڑکا سیانا ہو گیا تو پہاڑ سی جوانی کا کاٹنا قیامت کا سامنا تھا سوچتی تھی کہ عزت موتی کی سی آب ہے گھر پر کوئی سر پر نہیں بھائی اس لائق نہیں بہن پرائے گھر کی خلق کا حلق بند نہیں کر سکتی دوست دشمن سب ہی ہیں اگر کسی نے کچھ کہہ سن دیا تو کسی کا کیا کر لوں گی شہر کا تو یہ حال ہے کہ گلی ہونٹوں چڑھی کوٹھوں کس کس کا منہ کیلوں گی روپیہ پیسہ تو گیا ہی گزرا تھا۔ لے دے کے یہ تھوڑی بہت باپ دادا کی عزت ہے جو دہی کہیں اس کے طفیل میں حرف نہ آجائے۔ بس اب یہی مناسب ہے کہ بچہ کو ساتھ لے کر بیت اللہ چلی جاؤں اور بقیہ عمر دیار حبیب میں گزار دوں غیر جگہ ہوگی اجنبی لوگ ہوں گے کوئی جان نہ پہچان نہیں۔ ہاتھ پاؤں چلاؤں گی اور پیٹ پالوں گی۔ بلا سے اس ہر وقت کے کھٹکے سے تو بچوں گی۔ رات کو اکیلی سوتی ہوں طرح طرح کے وہم دل میں آتے ہیں۔ محلہ والے اللہ بخشے اُن ہی کے سامنے سے جاتے دشمن ہو رہے ہیں اگر کچھ ظلم رکھ بیٹھے تو کیا کر لوں گی دنیا کا کیا ہے جو سنے گی وہ کہے گی تھالی گری جھنکار ہوئی کیا خبر بھری تھی یا خالی بس اب یہی مناسب ہے کہ وطن کو خیرباد کہہ کر بیت اللہ کو روانہ ہو جاؤں روپیہ کی فکر ہے بھائی سے تو امید ہی کیا خاک ہے اللہ اس کی عمر دراز کرے پیسہ پیسہ کے شریف سی اور شہر کے شہر میں کبھی بھولے سے آکر یہ تو پوچھا کہ میاں جاتی ہو تو جیتی ہو یا مرتی۔ آپا جان کے لکھوں ثواب کا کام ہے باپ دادا کی لاج اور بہن کی عزت بچانے کا اس سے بہتر موقع اور کون سا ہوگا۔ دنیا تو خیر اچھی یا بری جیسی گزرنی تھی گزر گئی اس عالم کا جس حال میں کہا خوب کہا گر عاقبت تو اچھی گزر جائے گی۔

خیال آتے ہی خیال نے ارادے کی صورت اختیار کی اور ارادہ تھوڑی دیر میں مصمم ہو گیا لیکن ابھی مناسب نہ تھے۔ عید کا مہینہ تھا سیدھی بڑی بہن کے یہاں گئی اور ساری رام کہانی جا سنائی بہن رشتہ اور عمر ہی میں بڑی نہ تھی عقل اور سمجھ میں کہ رکھ رکھاؤ میں بات چیت میں ملنے جلنے میں باپ کا نام زندہ اور خاندان جو بہر روشن کر رہی تھی جس دن سے آ مری اور جس وقت سے بہن رانڈ ہوئی آج تک سینہ سے لگائے رہی جب موقع ہوا اور جیسی ضرورت پیش آئی ہر طرح بہن کے ساتھ لگی لپٹی رہی۔ اس وقت جو بہن نے اپنی داستان مصیبت سنائی اور ہجرت کا خیال ظاہر کیا تو اس کا ایسی پڑل بھر آیا رونے لگی اور کہا بہن جو کچھ کہتی ہو اچھی امر قابل ہوتا تو رونا ہی کیا تھا۔ مگر خدا نے اس کی مت ہی الٹ دی آتا بھی سوچا کر ان بہنوں نے تیرے کے۔ وہ تم سب پر لعنت بھیجی لاؤ میٹھی زبان سے بات تو کر لوں اس سے تو اب کوئی توقع ہی فضول ہے۔ میں جس طرح کہو حاضر ہوں ماما جان بیچ کا روپیہ میرے پاس رکھا ہے تم شوق سے لو اور چلی جاؤ مگر رضیہ پردیس میں اکیلی وہ کس طرح زندگی گزارو گی لاکھ گھر سے دور ہو گی مگر پھر بھی ہم سال بھر اور آدمی شہر سے آتے جاتے ہیں کہا خیر کوئی کیا کہے اور باپ دادا کی جس عزت کو کلیجے سے لگائے اب تک بیٹھی ہو اس پر دھبہ نہ پڑ جائے پرسوں میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ فرما رہے تھے شہر میں شیر لوگ کا بہت زور ہو گیا ہے۔ خدا نے اُن کو روپیہ دیا ہے اپنے کام کر رہے ہیں گھروں میں عورتیں اور باہر مرد چھوٹے ہوئے ہیں باتوں ہی باتوں میں اپنے مذہب کا رنگ چڑھانا اُن کا مقصد ہے جہاں جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا کام کرتے ہیں غریبوں کو روپیہ کی مار دیں فقیروں کو روٹیاں کھلائیں بیماروں کی تیمارداری امیروں کی ناز برداری غرض کسی طرح اپنا مطلب پورا کریں سینکڑوں کم بخت دنیا کے اسی چکر میں پڑ کر مذہب کو سلام کہہ بیٹھے اور مسلمانوں کی اولاد آج نماز کے وقت شرک اور کفر کے کلمے پڑھ رہی ہے اس وقت اشد ضرورت ہے کہ مسلمان ٹھیک ٹھیک بیکار بحثوں کو چھوڑ کر ادھر توجہ کریں اور دیکھیں کہ وہ کمبخت اُن کے ساتھ کیا کر رہے ہیں اخباروں میں آئے دن کچھ

تھیں دیکھ لو۔ عدالت دیوانی کی روئداد نے مقدمے سن لیے اور اس معاملہ میں بیگناہ ہیں۔ وہ عورتیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں میدان حشر میں ضرور پکڑی جائیں گی کہ ایسی مصیبت کے وقت اور نازک موقع پر کیوں نہ دوڑیں اپنی بہنوں امت محمدیہ کو غیروں کے چنگل سے نہ بچایا۔ تعلیم نسواں کی ضرورت روز بروز مسلّم ہو رہی ہے اور جب تک مدرسوں کے معقول انتظام ہوں پڑھی لکھی بیویوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے محلے کی لڑکیوں کو مشنریوں سے بچائیں جو اس ضرورت کو پورا کرنے کی آڑ میں اپنی اصلی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ یہ خیال یقیناً لغو اور پوچ ہے کہ مسلمان ان مدرسوں کو چھوڑ کر پھر بھی اپنی لڑکیوں کو نہیں بھیجیں گے۔ کیونکہ مسلمان استانیاں اتنی قابل اور پڑھی لکھی نہیں ہوتیں جتنی مشن کی اس لیے جو لوگ زیادہ تعلیم کے خواہشمند ہیں وہ ایسے مدرسوں کو معمولی مکتب سمجھ کر اس طرف ملتفت نہ ہوں گے مگر تجربہ آج تک کا یہی بتا رہا ہے کہ جو ایسی خواہش رکھتے ہیں وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اس وقت قوم میں جو بہتر سے بہتر پڑھی لکھی بیوی ہوں وہ بھی صرف اتنی ہی نکلیں گی کہ اخبار رسالہ پڑھ لیں اور ٹوٹا پھوٹا خط لکھ لیں اگر ساری قوم میں دس بیس یا سو پچاس اس سے زیادہ ہو گئیں تو ان کا ذکر فضول ہے ایسی حالت میں کہ جو مشن کی تعلیم کا نتیجہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ نتیجہ کے اس وقت لوگ خواہشمند ہی نہیں ہیں کیونکہ ڈگری یافتہ لڑکیاں عام طور پر موجود ہیں نہ مشن سے میسر آتی ہیں تو ان کی ضرورت ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایسے مدارس کو جہاں ان کے پاک مذہب کی بھی ان کی ضرورت کے ساتھ ہی تلقین ہو نظر انداز کر دیں اور اس تعلیم سے اس تعلیم کو افضل سمجھیں جہاں تعلیم اتنی ہی ہو مگر وہاں مذہب کی طرف سے لاپروائی بلکہ پردہ ہی پردہ میں پیدا کی جائے۔ مسلمان بیویاں جو پڑھی لکھی ہیں اس کی جواب دہ ہوں گی اور ان کو کبھی نہ کبھی خدا کو بھی منہ دکھانا ہے اور اگر اس وقت ان کا یہ اپنا کسر شان ہو کیونکہ وہ ہوشیار سمجھدار اور والدار ہیں لیکن وہ دل میں ضرور بالضرور شفاعت محمدی کی امیدوار ہیں اور وہ سمجھیں اور سوچیں کہ ان کی یہ امید کہاں تک پوری ہونے کے قابل ہے۔ انہوں نے ۱۲ محمد

(روحی فداہ) کی امت کے ساتھ جو کچھ کیا وہ یہ ہو کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے مسلمان لڑکیاں دائرہ اسلام سے نکلیں اور اُن کے کانوں پر جوں نہ چلی۔

رضیہ بہن میں نے تو جب سے یہ سنا ہو میرے تو اوسان اُڑے جا رہے ہیں میں دائمی عذاب میں مبتلا ہوں کہ بہتر خیال ہو تم خدا کے اس کام کا بیڑا اُٹھاؤ جو تم پر فرض ہو نہیں تو خدا ایسا ہوگا۔ قرآن تم نے پڑھا حدیث کی ایک آدھ کتاب تم نے دیکھی اردو فارسی تم کو آتی ہے حساب تھوڑا بہت تم جانتی ہو اگر اس فیض کو جاری کرو تو اس سے بہتر کام اس وقت تمہارے واسطے کوئی نہیں۔ اس محلہ کی ساری لڑکیاں تمہارے پاس آئیں گی اُن کی محبت کا۔ خدا کوئی سبب پیدا کرے یہی روپیہ جو حج کے واسطے رکھا ہو تم اس کام میں صرف کرو۔ میرا انبار کا دالان آنگن سے آگے بڑھ کر خالی پڑا ہوا ہو آج ہی ٹھیک کروا دیتی ہوں تم بسم اللہ کرو۔

رضیہ۔ اگر آپ کی صلاح یہی ہو تو مجھے اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہو۔ دنیا کی تو مجھے اب کچھ پرواہ نہیں آخرت کا خیال ہو کہ کسی طرح وہاں کی اچھی گزر جائے۔ مجھے تو خدا کی خدمت کرنی ہو بحمد اللہ میں نہ کی یہاں کی۔ جب حضرت صاحب نے یہاں تک فرما دیا تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔

(۱۴)

اکرم۔ بڑی بی بی میں آپ کی گفتگو کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی۔ ایسے میری صورت میں کیا لال لگے ہوئے ہیں کہ ایک شخص دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ ہمدردی کیا کر سکتی ہوں۔ اگر وہ بی۔اے ہیں تو خود معقول آدمی ہوں گے اُن کو مجھ سے ایسی توقع نہ رکھنی چاہئے جو نامعقول ہو۔

بڑھیا۔ میں نے وقت کی بات ہو۔ آپ اسی پارک میں ٹہل رہی تھیں اور وہ ادھر سے چلے جاتے تھے اُن کی شادی کے پیغام ایک نہ دو تین بیسوں لڑکیوں کی طرف سے خود آ رہے ہیں اور ہو رہے ہیں لیکن نہیں یا پسند تھے لہٰذا پھوٹی ٹکے۔ وہ ٹہلتی لاکھ کی جائیداد اور روپیہ کی ریل پیل مگر

اس لڑکے نے کہیں ہاں ہی نہ کی۔ اماں کو ارمان ہے کہ اپنے سامنے اس کی دلہن بیاہ لاؤں۔ مگر راضی ہی نہ ہوا۔ جب سے آپ کو دیکھا ہے اس وقت سے یہ حال ہے کہ دیوانوں کی طرح چاروں طرف پھر رہے ہیں۔ میں اُن کی کھلائی ہوں۔ بیگم صاحب اماں سب تنگ ہیں کہ یہ ہوا کیا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دن میں تین تین پھیرے ڈاکٹر کے ہو رہے ہیں۔ میں نے جب آج اتنا کہا سُنا تو مجھ سے کھلے۔

اکرم۔ اُن کو براہ راست میرے والدین سے اس معاملہ میں گفتگو کرنی چاہیے۔ میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں اس معاملہ میں اپنی مرضی کی مختار نہیں ہوں۔

بڑھیا۔ وہ یہ کہہ رہے تھے (جب میں نے آج اُن سے بہت کہا کہ میاں تین وقت ہو گئے خدا کے واسطے تم دو ایک نوالے تو کھا لو) کہ انّا اگر ایک دفعہ وہ چاند سی صورت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اکرم۔ نہیں نہیں۔ یہ بہت نامناسب ہے اس کے علاوہ مس صاحب کبھی اس کو پسند نہیں کرتیں۔ گو اُنہوں نے ایک دفعہ کورٹ شپ کے متعلق کچھ باتیں بتائی تھیں مگر نہیں۔ نہیں نامناسب۔

بڑھیا۔ مس صاحب میں تو کچھ عرض نہیں کر سکتی اس وقت ایک جان آپ کے قبضہ میں ہے آپ چاہے جلا دیجیے یا مار دیجیے۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ آج کل لڑکوں کا کال ہے۔ لڑکے ملتے ہی نہیں اور پھر ایسا ہیرا۔ آپ کے والدین تو فوراً راضی ہو جائیں گے۔ مگر اول تو بہت دن لگیں گے۔ دوسرے وہ انگریزی طریقے سے کرنا چاہتے ہیں کہ لڑکا لڑکی کو اور لڑکی لڑکے کو پسند کرے۔ آپ جس وقت گھر جانے لگیں صرف لمحہ بھر کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اکرم۔ میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتی۔ ذرا مجھے اس معاملہ پر غور کرنے کی مہلت دیجیے۔

بڑھیا۔ آپ کا اس میں ایک شخص کی زندگی و موت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

مس ایکم (آہستہ)۔ میں خوش ہوں کہ میری تقدیر کا فیصلہ اس شخص کے ہاتھ میں ہے جس کو قدرت نے صورت غیر معمولی حسین ہی نہیں بلکہ زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور جس کے پہلو میں ایک رحیم دل ہے۔

تمہاری فرمانبردار حامد

اکرم۔ آپ مجھ سے پھر کسی وقت ملیئے۔ میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتی۔

بڑھیا۔ اگر آپ کسی اکلوتے بچے کی موت دیکھنا نہیں چاہتیں تو اتنا رحم کیجئے کہ اپنی ایک تصویر۔۔۔۔

اکرم۔ تصویر میری موجود ہے اور مجھے اس کے دینے میں عذر نہیں مگر مجھے اس معاملہ پر غور ضرور کرنے دیجئے۔

بڑھیا۔ مس صاحبہ اس کے واسطے ایسی سخت نہ بنئے جب تک آپ غور کریں گی اس وقت تک اس بدنصیب کا خاتمہ ہو جائیگا۔ تصویر کے دینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اکرم۔ ہاں مضائقہ تو نہیں مگر تم اس قدر اصرار کیوں کرتی ہو۔

بڑھیا۔ بیوی تین وقت سے اڑکر دانہ منہ میں نہیں گیا۔ نہ معلوم نام بھی کہاں سے معلوم ہو گیا۔ بس ہر وقت مس اکرم کی تسبیح ہے بلا سے تصویر لیجا ؤنگی تو اسی بہانے کچھ کھلا تو دونگی۔

اکرم۔ ان لوگوں کی ذات کیا ہے۔

بڑھیا۔ اصل نسل سید

مس اکرم۔ اچھا چلئے۔ میں آپ کو اپنی تصویر دیتی ہوں۔

بڑھیا۔ اپنی بچی! دودھوں نہائے اور پوتوں پھلے جیتی رہی تو دکھادوں گی پوجا کرے گا۔ لیجئے مجھ سے بھی یہ تصویر لیجئے۔

اکرم۔ میں اس کا کیا کروں گی۔

(۱۵)

رضیہ کا خاندانی اعزاز ایسا نہ تھا کہ شرفا اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس بھیجنے میں تامل کرتے شہرت تو مشہور ہوئی تھی کہ لڑکیاں آنی شروع ہو گئیں۔ ابتدائی حالت میں مدرسہ کی ترقی اور شہرت کے واسطے جن باتوں کی ضرورت تھی سب رضیہ کی ذات میں موجود تھیں لڑکیاں کلام مجید پڑھنا چاہتیں ان کو کلام مجید پڑھاتی جو اردو کی شوقین تھیں ان کو اردو پڑھاتی صبح سے شام تک اسی میں مصروف رہتی صرف نماز اور کھانے کے واسطے تو البتہ

کچھ وقت لیتی تھی۔ وہ رات کے گیارہ بارہ بجے تک اسی دھندے میں لپٹی رہتی۔ رفیعہ کی یہ توجہ دیکھکر بعض متمول مسلمان بھی اس کے کاموں میں شریک ہوگئے اور تعلیم کے وظیفے مقرر کردیئے۔ مسلمانوں کی حالت عام طور پر جیسی ہے ویسی ہی اس محلہ میں بھی تھی کھاتے پیتے گھر دو چار ہی تھے۔ ورنہ کوئی مفلس تھا کوئی بیمار، کوئی مجبور تھا کوئی لاچار۔ رفیعہ نے غریبوں کے علاوہ ایک یہ بھی خاص اہتمام کیا کہ جس قدر یتیم بچیاں اس کو مل سکتی تھیں اور جن کی بابت احتمال تھا کہ وہ مشنریوں کے قبضہ میں پہنچ جائیں گی ان کو اپنی نگرانی میں لیا اور مدرسہ سے ملحق ایک یتیم خانہ قائم کردیا۔ ان بچیوں کے ساتھ رفیعہ اس شفقت اور محبت سے پیش آتی کہ وہ چند ہی روز میں ماں باپوں کو بھول گئیں اور سمجھیں کہ خدا نے ایک باپ اور ایک ماں لیکر دونوں کی محبت صرف ایک عورت میں امانت رکھدی ہے۔ یہ ہمارے واسطے فرشتہ رحمت ہے جس کی وجہ سے ہماری زندگی سنور گئی۔

افسوس اس کا ہے کہ میر حسین نے اول تو بیوی کی یہ کارروائی باعث ننگ و عار سمجھی پھر اس کی شہرت بھی کچھ ناگوار ہوئی اور ان سب پر طرہ مولوی صاحب کی ترغیب تھی کہ انہوں نے صاف کہدیا کہ جب تک آپ لوگ جنکا شہر میں اثر ہے ہمکو مدد نہ دیں ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ان ذلیل کمینوں کے پھندے سے نکال کر لڑکیوں کو مشن میں نہ بھیجیں۔"

ریاست میرپور سے حسن بیوی کی تحریک پر یتیم خانے کو ایک معقول وظیفہ کی امید بندھی ہوئی تھی۔ والی ریاست ایک دیندار نیک شخص تھا۔ میر صاحب کا نام سنکر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اُن کے صاحبزادے میر حسین کو طلب کرو۔ میر حسین پہنچے تو بجائے اس کے کہ مدرسہ کے واسطے کوئی کلمہ خیر کہتے بجائے الٹی مار دی اور کہدیا کہ مدرسہ کیا ایک چھوٹا سا مکتب ہے محلہ کی دو ایک لڑکیاں گھر کے کام دھندے سے فارغ ہوکر دس گیارہ بجے چلی جاتی ہیں اور میری بیوی نے بیٹھے بٹھائے دل بہلانے کا ایک مشغلہ کر رکھا ہے کہ جی نہ گھبرائے مدد کی ضرورت نہیں۔"

رئیس کو کیا ضرورت تھی کہ یہ سنکر زیادہ تگ و دو کرتا خاموش ہو گیا۔ مدرسہ کا خرچ سو روپے سے اوپر تھا۔ آمدنی ستر روپے کے قریب تھی جس طرح ہوتا رضیہ اور اس کی بڑی بہن مہینہ پورا کرتی اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ظالم اچھن نے تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایمان کی بات یہ ہے خبر ہوتی بھی تو کیا کر لیتیں۔ اب تک کیا کر لیا جو آگے کچھ کرتیں۔

یہ خیال کہ رضیہ کے مدرسہ میں بھی ایک تعلیم عام کے سپارے اور نماز تک محدود تھی قطعی غلط ہے اس کا مقصد لڑکیوں کی تعلیم سے "خذ ما صفا ودع ما کدر" رکھا لیکن اس کی بڑی کوشش یہ تھی کہ لڑکیاں اس طرح تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوں کہ ان کا سینہ نور اسلام سے روشن اور زیور اسلام سے جگمگا رہا ہو۔ وہ ایک دن لڑکیوں کو تازہ ہوا کے متعلق سبق دے رہی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا۔

اس سے انکار کرنا یقیناً غلطی ہے کہ تازہ ہوا صحت جسمانی کے لئے نہایت ضروری ہے لیکن جیسا کہ تم کل سن چکی ہو مسلمان عورت کے واسطے پردہ بھی جزو مذہب ہے لیکن اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ مسلمان عورتیں پردہ کی وجہ سے تازہ ہوا سے قطعاً محروم کر دی گئیں بعض کوتاہ بین نظریں اس نتیجہ پر پہنچتی ہیں لیکن یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ جیسے پہلا خیال اس سلسلہ میں عورت کو صفائی کا ہے۔ اگر اس کا گھر آلائش سے پاک اور گندگی سے محفوظ صاف ستھرا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس گھر کی ہوا خراب ہونے پائے گی اور اگر گھر کی ہوا خراب ہو گی تو خرابی ہوا کا الزام جو ہمارے گھروں پر کیا جاتا ہے آسانی سے دور ہو جائیگا۔ یہ سب گھر والیوں کے اختیار میں ہے وہ اگر ہوا کو صاف رکھنا چاہتی ہیں تو مکان کو صاف ستھرا رکھیں اور گندگی سے اس طرح بچائیں کہ ہوا پر اس کا مطلق اثر نہ ہو۔

دوسرا سوال تازہ ہوا کا ہے جس کی آڑ میں بعض نوجوان نہایت بیباکی سے اسلام پر حملے کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر کے تازہ ہوا سے محروم کر دیا۔ لیکن خدا کی خدائی وسیع ہے تازہ ہوا صرف اُسی جگہ کے واسطے محدود نہیں ہے جہاں تم

ہر وقت چلتے پھرتے اور آتے جاتے رہتے ہوں۔ عورتیں اس مقام پر جہاں مردوں کا گزر نہ ہو شوق سے آئیں جائیں ان کو نہ مذہب روکتا ہے نہ عقل۔ مگر ایک سوال پیدا ہوگا کہ اگر پردہ نہ ہوتا تو مسلمان عورتیں قدرت کی اس نعمت سے محروم ہو کر گھروں میں اس طرح نہ پڑی رہتیں کہ ان کے اعضائے جسمانی معطل ہو جائیں سب سے پہلے اس سلسلہ میں عورت کے کام کی تقسیم زیر بحث ہوگی اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے کاموں پر بھی تازہ ہوا سے محروم رہنے کا اثر پڑتا ہے تو البتہ معترض کی شکایت درست ہوگی لیکن تجربہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا اس کے بعد اس سوال کا جواب ہوگا کہ کیوں ایک عورت انسان ہو کر مناظر قدرت کے مطالعہ سے محروم رہی اور کیوں تازہ ہوا اس پر حرام کر دی گئی۔

میں اتنا بھی کہہ چکی ہوں کہ جہاں مرد نہ ہوں اور پردہ کی پوری احتیاط ہو وہاں عورت کے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد بآسانی دو قدم اٹھا کر تازہ ہوا کھا سکتا ہے اور عورت کے واسطے اس قدر تکلف کیوں ہے میں اس کے جواب میں یہ نہ کہوں گی کہ موت وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتی بلکہ یہ کہوں گی کہ تازہ ہوا کا اثر انسانی دماغ پر آتا تو ضروری نہیں ہے کہ اس کے ملنے سے بیمار چاق و چوبند اور نہ ملنے سے تندرست بیمار ہو جائے۔ یا البتہ محض ہوا کے واسطے ضروری ہے جس پر مرد اور عورت دونوں کی زندگی کا انحصار ہے۔ چونکہ پردہ اسلام کا فیصلہ تھا اور اسلام دین فطرت ہے اس لئے اس نے وہ چیز جس پر زندگی منحصر تھی دونوں کے واسطے عام کر دی۔ ہوا اور تازہ ہوا میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ گھر اور آراستہ گھر میں۔ اس گھر میں بھی جہاں سنہری یا روپہلی چاندنیاں۔ قالین غالیچے نہیں آدمی رہتے ہیں اور اس گھر میں بھی جہاں پلنگ اور پھول تصویریں اور تکیے موجود ہوں انسان ہی رہتے ہیں زندگی دونوں کی ہے اس کی زندگی صرف زندگی ہے اس کی زندگی خوشگوار زندگی ہے۔ عورت کے واسطے سب سے بڑا جوہر اس کی عصمت ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر قارون کے خزانے بادشاہوں کی دولت اور تاج و تخت

کے تاج قربان ہیں اس کو اگر علانیہ مردوں سے میل جول کا موقع نہ دیا گیا کہ اس کا یہ انمول جوہر محفوظ رہے تو کیا قباحت ہے مسلمان باعصمت کا مردہ بیچا غیر مسلم عورت سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۱۶)

کیوں اماں جان۔ آپ ہمارے موجودہ نقائص پر اکثر بحث کرتی رہتی ہیں اس میں شک نہیں کہ ابا جان کے خیالات سے آپ کی طبیعت ماشاء اللہ نہایت صاف ہو گئی ہے اور اگر اسی طرح ہم سب اپنی خرابیوں اور کمزوریوں کو سمجھنے لگیں تو بہت جلد قوم کی یہ بدتری دور ہو جائے لیکن شادی کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے یا مسلمانوں کا موجودہ رویہ آپ کی رائے میں قابل اطمینان ہے یا قابل ترمیم کل مس صاحب نے ہماری شادیوں کا بڑا مضحکہ اڑایا انکی رائے میں ایسی شادیاں جن میں دونوں ایک دوسرے سے قطعی اجنبی ہوں کھلی ہوئی خانہ بربادی ہے۔

مشرف جہاں میرے خیال میں اگر دولہا دلہن ایک دوسرے کو پہلے سے دیکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ شادیاں تو اندھے کی بٹیر ہیں اسی لئے ہمارے یہاں نا موافقت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بیچ والے تو زمین آسمان کے قلابے ملا کر کسی طرح راضی کر دیتے ہیں مگر جب نکاح ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلہن کو خوبصورت بتایا جاتا تھا اس کا رنگ سیاہ ہے اور جس لڑکے کو خوبرو کہتے تھے وہ آبنوس کا کندہ ہے۔

اکرم۔ میں ایک مولوی صاحب کی کتاب اس مضمون پر دیکھ رہی تھی۔ پڑھ کر افسوس ہوا فرماتے ہیں۔

طرز جدید کی تعلیم نے جہاں مسلمانوں کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا وہاں اُنکے طریقہ شادی پر بھی لوگ منہ آتے ہیں۔ خدا کی شان چوٹی بھی کہنے لگی ہے کہ اُن پر تمام دنیا ہنستی ہے وہ اسلام کے سیدھے سادھے مناسب اور ضروری طریقہ نکاح کا مسخر اڑاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اپنی غلطیوں سے جو خرابیاں اس میں پیدا کر لی ہیں وہ ضرور قابل اعتراض ہیں مگر اسلام ان کا ذمہ دار نہیں کہا جاتا ہے کہ مسلمان زبردستی دو نا واقف

آدمیوں کو جو مزاج سے ناآشنا طبیعتوں سے بے خبر صورتوں سے لاعلم نکاح کی زنجیر میں جکڑ دیتے ہیں لیکن یہ کہنا بہت ہی مضحکہ انگیز ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دو نوعمر آدمیوں کو جو مرد اور عورت کی صورت میں ہیں۔ موقع دیدیا جائے کہ وہ تنہائی میں اپنے معاملہ کو خود ہی طے کرلیں تو ان کے جذبات کا دبانا کس قدر مشکل ہوگا خصوصاً یہ خیال کہ یہ تو میری بیوی بنے ہی گی اور یہ یقین کہ یہ تو میرا شوہر ہوئے ہی گا ان کے جذبات کو کتنی ترقی دے گا قیمتی سے مسلمان عورت کی عصمت کو دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھتے ہیں اور اچھی طرح مانتے ہیں کہ ایک معصوم کنواری لڑکی کا ایک ارمان بھرے دل اور جذبات والے نوجوان کے مکر سے بچنا بہت مشکل ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک بھولی بھالی لڑکی اپنے مستقبل کا فیصلہ ہرگز ہرگز ہم سے بہتر نہیں کرسکتی وہ کیا سمجھ سکتی ہے کہ جو کچھ کہا جارہا ہے کہاں تک درست ہے ایسی حالت میں انہوں نے یہ تمام بار اپنے ذمہ لیا اور حق شرع کو ہرگز ہرگز غصب نہیں کیا بلکہ کوئی نکاح جب تک دونوں میاں بیوی رضامندی کا اظہار نہ کریں ہو نہیں سکتا۔ اس صورت سے علیحدہ ہو کر ایک بے رضامندی کے نکاح کا بار بھی مسلمانوں پر رکھا جاتا ہے ممکن ہے کہ صحیح ہو اور ہم اس کو صحیح مان لیتے ہیں لیکن کسی شخص نے اگر اپنی لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا تو عام مسلمانوں یا اسلام کا اس سے واسطہ کیا۔ وہ اگر چوری کرے ڈاکہ دے تو یہ سب اس کے ذاتی فعل ہیں۔ اسلام یا مسلمان اس کے افعال کے ذمہ دار نہیں۔

اکرم۔ بوی اماں جان سنا۔ ان مولویوں نے سب سے زیادہ غضب ڈھایا ہے۔ اس تحریر میں کوئی بات بھی آپ نے معقول دیکھی کس بری طرح دونوں کو پھنسا دیا اور پھر لوبی جھوٹی سچی باتیں بنائیں

ماں۔ ارے بیٹا ان مولویوں سے خدا بچائے انہوں ہی نے تو ہماری مٹی پلید کی۔ کہ ہم کو کہیں کا نہ رکھا۔

اکرم۔ کبھی آپ نے شادی کے معاملہ میں ابا جان کے خیالات بھی معلوم کئے کہ وہ کیا فرماتے

ہیں۔

ماں۔ کئی دفعہ ذکر آ چکا ہے اُن کی بھی یہی رائے ہے کہ میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو پسند کریں۔

(۱۷)

پیاری بچیوں میں آج جو کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ موجودہ ترقی کے متعلق ہے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر گیا اور زمانہ کے ساتھ لوگ بھی ترقی کر رہے ہیں۔ جہالت رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے علم کی روشنی نے سب کو جگمگا دیا اور وہ توہمات جو بعض اوقات شرک کی حدود میں داخل ہو جاتے تھے اب بہت کچھ کم ہو گئے ہیں۔ پرانی عورتوں اور اگلی بیویوں کی گھٹی میں جو خیالات پڑ چکے تھے وہ صریح نقصان رساں تھے چونکہ وہ زیور علم سے آراستہ نہ تھیں اس لئے زندگی کے کسی شعبہ میں ان کو پوری کامیابی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ تربیت اولاد ناقص ہوتی تھی۔ گھر میلے کچیلے رہتے تھے۔ لباس ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ معاملہ کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتی تھیں اور ان تمام باتوں کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ میاں بیوی کی زندگی جیسی خوشگوار ہونی چاہئے ویسی نہ ہوتی تھی ان کی دنیا صرف گھر کی چار دیواری تک محدود ہوتی تھی گردوپیش سے بےخبر دوسروں کے خیالات سے ناآشنا اُن کو تنزل قوم سے تعلق ہوتا تھا نہ ترقی سے واسطہ اُن کا یقین صرف یہ ہوتا تھا کہ کونوں میں دبکی سکڑی پڑی رہ کر بچی سے جوان اور جوان سے بڑھیا ہو کر قبر میں پہنچ جائیں۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہماری حالتوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا اور وہ جہالت جس کے کرشموں نے مدتوں ہم کو پابزنجیر رکھا ہم سے دور ہو رہی ہے۔ ہم علم حاصل کر رہی ہیں۔ نئی تہذیب ہمارے گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ تمدن جدید نے ہمارے لئے [illegible] کر دیئے ہیں اخبار و رسالوں کے ذریعہ سے ہم اپنی تمام قوم کی حالت سے آگاہ ہو رہی ہیں ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں اور کس جگہ [illegible] ہماری [illegible] قوم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ہم خیرات اور

زکوٰۃ کے محل و مواقع کو سمجھنے لگی ہیں ہمارے گھرانے پرانے اور ذلیل گھروں کے مقابلہ میں بہت کچھ سنور گئے ہیں۔ ہماری طبیعتیں ان لغویات سے پاک و صاف ہیں ہمارا لباس مناسب اور آرام دہ ہو گیا ہے۔ ہم بچوں کی تربیت کے ڈھنگ سیکھ گئے ہیں اور یہ گُر کہ بچے جو کچھ سیکھتے ہیں وہ ماں کی گود سے اور جن سے وہ بیچاریاں بالکل ہی بے خبر تھیں ہم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ موجودہ تہذیب و تمدن نے ہماری زندگیاں خوشگوار بنا دیں ہم سمجھ گئے کہ عورت کی زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے ہم کو پتہ لگ گیا ہے کہ کس طرح ہماری زندگیاں وہ باتیں حاصل کر سکتی ہیں جو زندگی کو وبال جان ہونے کی بجائے دلچسپ اور آرام دہ بنا دیں۔

بچیو! تم نے ہر طرف سے یہی صدا سنی ہو گی جس کا خلاصہ میں نے بیان کیا۔ تم نے شادیوں میں اپنی ہم عمر لڑکیوں سے جلسوں میں پڑھی لکھی بیویوں سے اخبارات میں نامہ نگار بہنوں کی قلموں سے بارہا اس قسم کی باتیں دیکھی اور سنی ہوں گی اور اگر کچھ تعلیم یافتہ لڑکیاں زبان سے ایسی باتیں نہ بھی کریں تو خود ان کی حرکات و سکنات ان کا طریقہ بود و باش ان کا رہنا سہنا غرض ان کی زندگی کسی نہ کسی طرح ان خیالات کی تائید کرے گی وہ اپنی موجودہ تہذیب پر نازاں اور اس تمدن پر خوش ہیں کہ یہی وہ راہ ترقی ہے کہیں پرانی لکیر کے فقیر ہیں کہیں مرنے والیاں جاہل اور پھوہڑ اور کہیں اگلی بیویاں بیوقوف اور بے علم۔

مگر میری عزیز بچیو اور پیاری بہنوں بیٹیو یہ دھوکا ہے جھوٹ ہے یہ خیال غلط ہے یقیناً افواہ اور بالکل قطعاً فضول ہے۔ میں آج اس بھرے مجمع میں علی الاعلان کہتی ہوں کہ مرنے والیاں خدا ان کو غریق رحمت کرے اسلام کا سچا نمونہ تھیں۔ عورت کی بہترین تصویر ہوتی تھیں وہ بیٹیاں بنکر لونڈیاں، بہوئیں بنکر کنیزیں، بیوی بنکر فرمانبردار اور گھر والی بنکر ایسی سلیقہ شعار ہوتی تھیں کہ ان کی جہالت پر ہماری تہذیب ان کے تنزل پر ہماری ترقی سو دفعہ قربان ہزار دفعہ قربان لاکھ دفعہ قربان۔

موجودہ ترقی اگر وہ ترقی کہی یا سمجھی جاتی ہے تو کھلا ہوا تنزل ہے۔ مذہب جو ہمارا اصلی تھا جس نے
ہم جانوروں کو انسان بنایا جس کی بدولت ہم نے دنیا میں راج کئے جس کے طفیل ایک جہان
میں ہمارا ڈنکا بجا آج ہم سے رخصت ہو چکا۔ تم میں سے جس کا جی چاہے اپنے گھر پر نظر ڈالے
اور دیکھ لے۔ نماز کی پابند کتنی بیویاں ہیں۔ خود تمہاری حالتیں اس ترقی اور تنزل کا جواب دینگی
رمضان المبارک کے مہینے میں اپنی مسلمان بہنوں کے چہرے نہ دیکھے ہوں تو اب اس غرض سے
دیکھنا کہ ترقی کرنے والی بہنوں نے مذہب کہاں تک اپنے دلوں میں جگہ دی یہ کڑکڑاتی
سردیاں جو آج پڑتی ہیں وہ ترقی یافتہ بہنوں کو گرم گرم بچھونوں سے نماز فجر کے واسطے
نہیں اُٹھنے دیتیں نئی نہیں ہیں پہلے بھی پڑتی تھیں اور یہ چودہ ساڑھے چودہ گھنٹے کا
پہاڑ سا دن۔ لو کے جھکڑ اور گرمی کی گھڑیاں جو تعلیم یافتہ بیویوں کو روزے نہیں رکھنے
دیتیں انوکھی نہیں ہیں۔ دنیا ان سردی گرمیوں کو دیکھتی آئی ہے اور دیکھتی رہیگی ہم نے
وہ بیویاں دیکھی ہیں۔ دور کیوں جاؤں خود اپنا گھر دیکھا ہے میری ماں میری نانی میری خالائیں
پھوپیاں دادی۔ پچاس آدمیوں کا کنبہ تھا۔ وہ سب اس وقت دنیا سے اُٹھ چکیں مگر ان کی
صورتیں میری آنکھ کے سامنے ہیں۔ جاڑوں میں جب بڑے مُلّا جی صبح کی اذان دیتے تھے تو سارا
گھر کلمہ پڑھتا ہوا اُٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ سال کے بچے کی مجال نہ تھی کہ جی چرائے نماز کے بعد ہمارا
فرض تھا کہ ہم ایک ایک پارہ کلام مجید کا پڑھ کر دنیا کے کاموں میں مصروف ہوں رمضان المبارک
کا چاند جیسا اب آتا ہے پہلے بھی آتا تھا مگر آٹھ آٹھ دس دس دن پہلے اس کی تیاریاں ہوتی تھیں
گھر میں سامان بھر دئیے جاتے تھے افطار کے واسطے جس وقت سامان ہوتا تھا تو وہ لطف
آتا تھا کہ اب میسر نہیں۔ چار بجے ہر طرف سے ملگجے کڑاہیاں چڑھتیں پکوان پکتے۔ پہلی
سینی مسجد میں جاتی اور پھر ہم سب روزہ کھولتے زمانہ کی ترقی نے اپنے ساتھ ان لطفوں اور
برکتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب نہ وہ سحری کے انتظام ہیں نہ افطار کی خوشیاں۔ میاں اچھن پہ
لاکھ تہذیب جدید کا اثر پڑ گیا اور اُنہوں نے کینچلی بدل لی مگر یہ اسی وقت کا صدقہ ہے

کہ آج بھی نماز روزہ ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ ہمارے گھر میں ان کا چھٹنا گویا حرام تھا۔ دودھ پیتے بچوں تک کے لئے رات ہی سے انتظام ہو جاتا تھا۔ چھوٹے بچے وہی رات کا باسی اور بچا کھچا کھاتے مگر دن کو آگ روشن نہ ہوتی۔ افطار کے وقت جو خوشیاں ہم کو نصیب ہوتی تھیں اور خدا پر توکل جو نعمتیں اس وقت عطا کی تھیں اس ترقی کی حالت میں وہ سماں اب خواب میں بھی نظر نہیں آتا۔ اب سال میں ایک عید آتی ہے مگر اس وقت ہر روز عید اور ہر رات شب برات تھی۔ گھر گھر سب کے الگ الگ۔ آمدنی اور خرچ جدا مگر دسترخوان سب کا ایک۔ جس وقت ہم کھانے سے فارغ ہو کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے تو ہمارے دل حقیقی مسرت سے لبریز ہو جاتے تھے۔ جو کچھ خدا ہم کو اپنی عنایت سے دیتا تھا ناممکن تھا کہ اس میں ایک حصہ خدا کا نہ نکلے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک موقع پر جب اماں جان مسجد میں کچھ بھیج رہی تھیں تو خالہ جان نے فرمایا کہ آپا آج تو لنگر ہی امراؤ کے ہاں حصہ ہے پیر و ملا جی کو کچھ بھیج دینا۔ اماں جان ہنسیں اور کہا بھائی جس مسجد کی اذان کان میں آتی ہے اس کا حق مقدم ہے امراؤ کے ہاں اور حصہ دے دیتی ہوں۔ مگر ملا کا حق کیوں نہ دوں۔ میری پیاری بچیو یاد رکھو اور یاد نہیں لکھ لو اور رکھ رکھو کہ مذہب سے علیحدہ ہو کر کسی وقت اور کسی حال میں ترقی ممکن نہیں۔

یہ تو میں نے تم کو ایک چھوٹی سی بات نماز اور روزہ کے متعلق بتائی۔ اب تم اور باتوں پر بھی نظر ڈالتی جاؤ تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس زندگی میں کیا تھا اور اس زندگی میں کیا ہے۔ میں اب بھی مسلمانوں کے گھر دیکھتی ہوں اور آج سے تیس چالیس برس پہلے کے گھر بھی میں نے دیکھے ہیں۔ میری عمر اس وقت پچاس برس کے قریب ہے۔ "وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ان آنکھوں کا یہی پرکھ" میں نے وہ رنگ بھی دیکھے اور یہ ڈھنگ بھی دیکھ رہی ہوں۔ میری میری رائے میں وہ گھر جن کو آج جہالت کا گھر کہا جاتا ہے نمونہ جنت تھے اور یہ گھر جو رنگ برنگ کے فرش فروش میز کرسیوں سے آراستہ پیراستہ ہیں ان میں اس آن بان کا کوسوں بھی پتہ نہیں۔ پڑھی لکھی لڑکیاں جو تعلیم یافتہ کہلائی جاتی ہیں وہ دوچار

اپنے تئیں پڑھا لکھا سمجھتی ہیں۔ بارہ مہینے کی بیمار تیس دن کی روگی۔ میں نے تو جس کو دیکھا کھٹیا ہی کاٹتی دیکھی۔ تنخواہ آئے دیر نہیں ہوتی کہ ڈاکٹر کا بل آموجود ہوا۔ اگرچہ وہ اللہ کی بندیاں کبھی تو انسان ہوتی تھیں یہ نہیں کہ وہ بیمار ہوتی ہی نہ تھیں، مگر بہت کم۔ اوّل تو وہ ایسی بیماری کو خاطر ہی میں نہ لاتی تھیں۔ معمولی بخار جو آج کل ڈاکٹروں کو کھینچ بلاتا ہے اُن کے فرائض میں ہارج نہ ہوتا تھا۔ میں نے خود ایک دو دفعہ نہیں بارہا خالہ جان کو دیکھا ہے کہ بخار چڑھا ہوا ہے اور روٹی پکا رہی ہیں۔ بیماری کا یہ فرق کہ اب عورتیں آئے دن بیمار رہتی ہیں جب کم ہوتی تھیں کیوں ہے؟ اس لئے کہ اب بیگمیں اُٹھنا گناہ اور چلنا پھرنا حرام۔ دن بھر اور رات بھر کمرے میں بیٹھی آرام کرسی پر پڑی بیٹھی رہتی ہیں۔ بہت بڑا کمال کیا کسی جلسہ پارٹی میں گاڑی میں بیٹھ چلی گئیں اور چلی آئیں۔ ان کمبختوں کے دن کے بارہ گھنٹوں میں چھ سات گھنٹے محنت میں گزرتے تھے مفلسی نہیں غربت نہیں خدا کا دیا سب کچھ ہوتا تھا۔ مامائیں ایک چھوڑ دو دو ہوتی تھیں مگر وہ ماماؤں کے ساتھ ہر وقت لپٹی رہتی تھیں۔ ماما نے آکر آٹا گوندھا آپ روٹی ڈال لی۔ وہ گوشت لائی آپ بگھار لیا۔ یہ کام جو وہ کرتی تھیں اُن کی خاصی کسرت ہو جاتی تھی جس سے صحت بگڑتی نہ تھی۔ میں خود اپنی حالت دیکھتی ہوں کہ کوارپنے میں تتلی کی طرح پھرتی تھی اتنی بڑی انگنائی کہ سو چارپائیاں بچھ جائیں تو معلوم نہ ہوں۔ دالان سے انگنائی تک اور انگنائی سے باورچی خانہ تک خدا جھوٹ نہ بلائے تو سینکڑوں ہی پھیرے ہوتے ہوں گے مگر کبھی انگلی بھی نہ دکھی۔ آج یوں ہر طرح تندرست و توانا ہوں کمزور نہیں بیمار نہیں مگر دو قدم چلتی ہوں تو سانس پھولنے لگتا ہے۔ وجہ کیا ہے کہ کام کی عادت نہ رہی۔ ہاتھ پاؤں جب تک کام کرتے رہتے ہیں تو چین رہتی ہے چلنا پھرنا اور کام کرنا چھوڑا سب اعضا کمزور ہو گئے تو ہو گیا پہلا عنایت جو تہذیب بیگم اور تمدن حسنا کی بدولت ان شوہروں پر ہو رہی ہے وہ بیویوں کی وجہ یہ ہے کہ گنگا جیسے روپیہ کی کمائی میں ایک کر ڈاکٹر [illegible] تمام اپنا [illegible] [illegible] مگر [illegible] ذکر ہے کہ ایک ایسے ہی گھر [illegible] [illegible]

خیال یہ تھا کہ رات کو چلی آؤں گی مگر زیادہ اصرار سے ٹھہر گئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ماما صبح
کو دیر کر کے آئی۔ بیوی بھی تھیں اور ماشاء اللہ تین برابر کی بیٹیاں بھی۔ یہ تو کہتی رہیں کہ لے
ہے اب تک جھاڑو نہیں ملی۔ گھر کیسا بُرا ہو رہا ہے مگر ایک نیکبخت سے اتنا نہ ہو سکا کہ جھاڑو لے کے دو
ہاتھ مار دیتی۔ کتاب پڑھتی رہیں اخبار دیکھتی رہیں مضمون لکھتی رہیں مگر جھاڑو ماما ہی نے
آ کر دس بجے کے بعد دی۔ ہمارے ہاں دو دو مامائیں موجود تھیں مگر اللہ بخشے اماں جان کو
ابا جان صبح کی نماز پڑھ کر آنے نہ پاتے تھے کہ گھر چندن کر کے رکھ دیتی تھیں۔ اندھیرے منہ جھاڑو
دیتی تھیں اور کسی کو کانوں خبر نہ ہوتی تھی۔ مامائیں بھی تھیں بہوئیں بھی اور بیٹیاں بھی۔ مگر
آٹھویں دن خود کھڑے ہو کر بھنگن سے پاخانہ دھلواتی تھیں۔ دوپہر کا کھانا کھا کر میں اُن کے
ہاں سے آئی تھی۔ جب میں ہاتھ دھونے اُٹھی اور ماما پانی لائی تو ٹھنڈا برف۔ جب خود
ان بیوی نے ہاتھ دھوئے تو خفا ہونے لگیں کہ پانی گرم کیوں نہیں کیا۔ میں نے تو کچھ نہ بولی
مگر دل میں ضرور میں نے کہا کہ اگر گھر والیاں نماز کی پابند ہوتیں تو یہ دقت نہ ہوتی ہمارے ہاں ہر وقت
پانی کی گھڑیا وضو کے واسطے اوپلے پر رکھی رہتی تھی۔ جس نے پانی لیا اسی نے بھر دیا تاکہ دوسرے کے واسطے پانی گرم موجود رہے
خدا کی شان ہے یہ بیویاں جن کو خدا سے واسطہ نہ مذہب سے غرض اگلی بیویوں پر منہ آئیں اور
یہ نہ سوچیں کہ یہ جو کچھ تھوڑا بہت بھرم اُن کا موجود ہے یہ اُن ہی مرنے والیوں کی بدولت
ورنہ یہ تو بڑوں کی آن کا خاتمہ کر ہی چکی ہیں۔ ہنسی تو کیا خاک آتی ہے رونے کا وقت
ہے کہ جن کے یہ گُن ہوں وہ تو قوم کے ہمدرد بنیں اور فلاح قوم کی تجویزیں سوچیں اور جو
قابل فخر اور مایۂ ناز زندگی بسر کر گئیں وہ بے خبر اور مطلب خوری سمجھی جائیں۔ ہمارے مذہب
مقدس نے خیرات کے واسطے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر پوشیدہ دو گے اسی قدر ثواب کے
مستحق ہو گے۔ بے خبروں کا عمل اسی پر تھا۔ مگر تعلیم یافتہ اس حکم سے بہت پرے ہیں
اُن کو اگر کچھ دینے کی ضرورت ہوتی بھی ہے تو ایسے موقعوں پر جہاں کافی شہرت اور پورا
نام ہو۔ فہرستوں میں شائع ہو جلسوں میں پکارا جائے۔ مجمع میں اعلان ہو [illegible]

انجمن ترقی نسواں کا جلسہ ہوا تھا! اس میں ہزار روپیہ سے بیویوں نے چندے لکھوائے ہیں جس کی میں حیران ہو گئی۔ نقد تو صرف دو تین ہی نے دیا۔ باقی خدا معلوم دیں یا نہ دیں اور وصول کریں یا نہ کریں مگر جس وقت ان کے نام پکارے گئے ہیں تو چہرے خوشی کے مارے کھل رہے تھے۔ یہ ہے وہ سچی خیرات جس پر تعلیم یافتہ گروہ پھولا نہیں سماتا اور سمجھتا ہے کہ ان چندوں کی شرکت سے خدائی خزانے جنت کے باغ اور مغفرت کی تحریریں حاصل کر لیں۔ یہ ہے ہماری پڑھی لکھی بیویوں کی خیرات اور تعلیم یافتہ گروہ کی زکوٰۃ اور صدقات۔ میں بھی حال کا ایک واقعہ سناتی ہوں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ ان اللہ والیوں کی خیرات کیا معنی رکھتی ہے اور زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے۔

شہر میں نئی نویلیوں کا جو جمگھٹ ہے اس کی سرتاج ہماری گرامی بیگم صاحبہ ہیں ہیں تو ماشاء اللہ ایڈیٹر مگر سینگ کٹا کر بچھڑوں میں مل گئی ہیں ان ہی کے گھر پر جلسے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں۔ انجمن کی بانی تو یہ ہیں ترقی نسواں کا چشمہ وہ تعلیم یافتہ گروہ کی منظور شدہ اخبار یا ہیں نام اُنکا بشتہار رسالہ ایک کام ان کے وہ قوم کی محبت میں ایسی مستغرق ہوئی ہیں کہ کوئی سانس نعرۂ قوم سے خالی نہیں جاتا جس طرح حافظ کو کلام الٰہی حفظ ہوتا ہے ان بیچاری کو قوم حفظ ہو گئی ہے کہ شب و روز قوم کے سوا اُن کی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہی نہیں۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر میں کلام اللہ پڑھ رہی تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد بادل بھی گرج جاتا تھا اور بجلی بھی چمکتی تھی۔ دفعتہً ایک بڑھیا بمشکل تمام صحن گھر میں داخل ہوئی۔ اس کے جسم پر ایک معمولی زردہ کچھا پھٹا پاکر تہ پایا جامہ تھا سر پہ وہ چادر تھی جس میں پیوند لگنے کو جگہ نہیں۔ یہ بیچاری تھی اور صرف ہماری نانی کی سیدھی ٹانگ پر زخم تھا چلنا قیامت تھا اور بات کرنا مصیبت۔ دروازہ کی چوکھٹ پکڑ کر دروازہ میں آ گئی۔ خدا دشمن کو وہ حالت نہ دکھائے۔ سردی کی وجہ سے وہ سرتا پیر کانپ رہی

تھی۔ میں قریب گئی اور اس کی کیفیت پوچھی تو وہ جواب نہ دے سکی۔ میں اس کو لے کر اندر آئی۔ کمبل اُڑھایا چائے پلائی جب اُس کے حواس درست ہوئے تو گو اس کو بخار بہت تیز تھا۔ مگر اس نے کہا "میں سنتی ہوں کہ یتیم خانہ ہی چلی آئی۔ میں بڑھیا مگر مجھ سے زیادہ کوئی یتیم بھی قابل رحم نہ ہوگا۔ متواتر فاقوں اور پے درپے مصیبتوں نے میری کمر ہمت توڑ دی۔ میں صرف اس قدر چاہتی ہوں کہ دونوں وقت میرے پیٹ میں ٹکڑا پڑ جائے اور میں جب تک بیمار اور محنت کے قابل نہیں ہوں فاقوں کی تکلیف سے بچ جاؤں۔ میں نے جو کچھ میرے پاس موجود تھا اس بیمار بڑھیا کو کھلایا اور شام کو ڈولی منگوا کر اُن حافظہ قوم بیوی کی خدمت میں بھیج دیا جس وقت بڑھیا پہنچی ہے تو انہوں نے ایک ٹھٹھا مارا اور کہا میں اگلے زمانہ کی بیوقوف نہیں ہوں کہ تم کو مفت کی روٹیاں دیدوں۔ تم لوگوں نے اپنا وطیرہ یہ ایک اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہم کو ماما میسر آنا حد سے زیادہ مشکل ہوگیا۔ میں تم کو اس شرط پر اپنے ہاں رکھ سکتی ہوں کہ تم میری ملازمت قبول کرو۔ ورنہ خیرات میں ہرگز ہرگز میں تم کو مستحق نہیں سمجھتی۔ قوم مر رہی ہے مسلمان برباد ہو رہے ہیں۔ — ایک تمہاری ذاتی ضرورت سے بہت زیادہ قوم ملک کی مستحق ہے۔ میں تم کو ایک پیسہ بھی دوں تو فضول ہے کیونکہ یہ پیسہ تم سے بہت بہتر موقع پر صرف ہو سکتا ہے۔

جس وقت اس غریب عورت نے یہ واقعہ مجھ کو آکر سنایا ہے تو میں لرز گئی۔ میری آنکھیں وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں جو آج کہیں نظر نہیں آتا۔ میں مشکل سے نو برس کی ہوں گی! ایک روز کا ذکر ہے منجھلی چچی جان کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ اتفاق سے گھر کی سقنی آئی اس نے برتن اُتار کر رکھ دیا اور سیدھی آکر ہمارے پاس بیٹھ گئی۔ رنج کی گھٹا اس کے چہرہ پر چھائی ہوئی تھی اور فکر کا یہ عالم اس کی صورت پر برس رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد چچی جان فرمانے لگیں۔

بوا شفیعا! ایسی چپکی چپکی کیوں بیٹھی ہو۔ خیر تو ہے۔

نصیبا بیگم کیا بتاؤں! پڑھی پر پڑ رہی ہے۔ آدمی کیا ہوئی پتھر ہو گئی۔ کہاں تک سہوں اور
کب تک اٹھاؤں۔ بیٹے سے کربیا کے موقع پر پیسے کے چار میں دینے کہے تھے اس طرح تو اس کا
پورا پورا کیا۔ بیٹے مرے نے گھر کی مٹی لے ڈالی ادھر چاند ہوا ادھر اس کا تقاضا موجود۔ ڈھائی
برس تک تو بیاز لیتا رہا وہ کم ڈیڑھ بیسی تو یوں لئے اور پھر اصل مانگی کہ نالش کرتا ہوں۔ بلکہ گلا
دیکر اس کمبخت سے پیچھا چھڑایا۔ گیارہ روپے کم تھے وہ میں نے کہا لاؤ داروغہ جی سے لیلوں۔
لڑکا تو ان کے ہاں کام کرتا ہی ہے تنخواہ میں کٹوا دونگی۔ روپے تو انہوں نے دیدئے مجھے بھی
خیال نہیں رہا۔ اور انہوں نے بھی کبھی نہیں مانگے۔ اب انکی بدلی ہو گئی آج چار سے آئے
اور یہ کہتے ہیں کہ ہم امیر کو ساتھ لیجائیں گے یا تو ہمارے گیارہ روپے دیدے نہیں تو جب
روپیہ بھیجے گی بچہ کو بلا لیجیو۔ بھلا بیوی دیکھو تو سہی نو برس کا بچہ میں کالے کوسوں کس
دل سے بھیجدوں۔ اب تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس پر روپیہ لے لوں۔ ان کے دنوں کی
دو مشکیں پڑی ہوئی تھیں لیکر گئی تھی سوا دو روپے ملتے ہیں۔ داروغہ جی نے یہ غضب کیا کہا کہ
بچہ کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے مجھے بھی نکال دیا کہ ہمارا عذر نہ کہا۔ روپیہ دیتی ہے
تو دیدے اور بچہ لیجا نہیں تو نکل جا۔

میں چچی جان کی عادت سے اچھی طرح واقف تھی وہ اپنے دم پر کبھی ایک پیسہ بھی نہیں
اٹھاتی تھیں۔ ہاں مسجد میں مدرسوں میں یتیم خانوں میں غریبوں میں دیتی تھیں اور جی کھولکر
دیتی تھیں خود تو وہی چھ برس کا لحاف۔ بہت بڑا احسان کیا اور ایسا ہی سب سر ہوئے
تو استر وہی ابرا وہی کہنے سننے سے پانچویں چھٹے برس اس کی روئی بدلوا لی۔ مگر ہر سال سو
سحات اللہ کے نام کے ناغہ نہ ہوتے تھے جو کچھ کرتی تھیں اس طرح کرتی تھیں کہ کانوں کان
کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی اور اگر پتہ لگ گیا اور کسی نے منہ پر کہہ دیا تو ہاتھ جوڑتی تھیں کہ خدا
کے لئے زبان سے نہ نکالو خدا قبول کرلے۔ نصیبا کی بات سنکر منہ سے تو کچھ نہ بولیں چپکی اٹھ کھڑی
ہوگئیں۔ کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے بعد جب پلیں ادھر ادھر ہو گئیں تو اسکو روپے دیدئے اور وہ دعائیں

دیتی اپنے بچہ کو داروغہ جی کے پنجے سے چھڑا لاتی۔

یہ ہے موجودہ خیرات اور اگلی خیرات اور یہ ہی ناز اور اعتراض کی کیفیت ہیں۔ سنے کچھ بہت موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں جو راتوں تم اور ہیں دیکھ رہی ہیں اور تم میں سے جو زندہ رہیگا وہ دیکھ لیگا کہ یہ مدعیان تسلیم پانی کے حباب اور دریا کے سراب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ہاں دور قدیم و جدید کا امتیاز بیشک ضرور نظر آرہا ہے کہ اُن بیویوں میں یہ چٹک مٹک اُن کے لباس ایسے زرق برق اُن کی زبانیں ایسی طرار اور اُن کے چہرے ایسے پکے چٹے نہ تھے۔ وہ سیدھی سادی تھیں اُن کا لباس بالکل معمولی اُن کی زبانیں وقت پر کام کرنیوالی اور اُنکے چہرے بھولے بھالے تھے۔ اُن کی زندگیاں ختم ہو گئیں اُن کے وقت گزر گئے اور اب تم کو وہ صورتیں نظر نہ آئیں گی۔ مگر اُن کے تمدن اُن کی زندگیوں کا اُن کے عادات خصائل کا تھوڑا بہت پتہ اُس زمانہ کے گیت اُس وقت کی لوریاں تم کو دے رہی ہیں مگر یہ بھی اب دم توڑ رہی ہیں۔ وہ جب رات کو اپنے بچوں کو پہلو میں لیکر سوتی تھیں تو ایک پر لطف وعظ ایک پُر مغز لکچر روزانہ اُنکے سامنے دیتی تھیں اور اس کڑوی دوا کو کہانی کے رنگ میں ڈبو کر دکھاتی تھیں تاکہ دلچسپی میں کوئی فرق نہ آئے جو باتیں آج کنڈرگارٹن بہترین استاد اور منتخب استانیاں مدتوں اور برسوں میں سکھا سکتی ہیں وہ آسانی اس پیرایہ میں ذہن نشین ہوتا تھا اور ایسا جمتا تھا کہ مرتے وقت ذہن سے نہ نکلتا اب یہ کہانی کہنے والے تو خیر رخصت ہوئے ہی تھے افسوس یہ ہے کہ کہانیاں بھی ناپید ہو رہی ہیں گیت اُڑ گئے کہیں بھولے بسرے وہ آواز کان پر آ جاتی ہے ورنہ اس لئے کہ اُن کی نسبت دور قدیم سے ہے قابل نفرت ہیں لیکن ابھی ہماری آنکھیں ان معمولی باتوں میں بھی جو اُن کی دلچسپی کے مشغلے اور خوشی کے جلسے ہوتے تھے اُن کا خلوص اُن کی نیک نیتی اور اُن کی قابل فخر زندگی کی جھلک دیکھ رہی ہیں۔

آج یہ وقت ہے کہ ہماری پیٹھ کا زخم کتنی دفعہ یہ آواز سنا چکی ہے کہ امیر و غریب کا

رشتہ کیا۔ جو امیر ہے اُس نے اپنے قوتِ بازو سے اپنی کوششوں سے اپنی محنتوں سے روپیہ
حاصل کیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ غریب بہن بھائی کی نذر کردے اور اپنے سرمایہ میں اُن کی خدمت
گوارا کرے۔ مگر پیاری بچیوں دورِ قدیم کی تربیت یہ نہ تھی وہ تمول کو تدبیر اور افلاس کو تقدیر اور
واقعات کو اتفاق سے تعبیر کرتے تھے۔ اُن کے ہاں امیر اور غریب سب کی حیثیت ایک تھی والدین
اولاد کے مختار ہوتے تھے اور اُن کے سامنے بچوں کی اتنی مجال نہ ہوتی تھی کہ خوشحال کنگال
کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ لے۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہیں دینے والا لینے والے کو حقارت سے نہ
دیکھے اپنا تمدن ہی ایسا مقرر کر دیا تھا جہاں سب ایک سطح پر آجائیں۔ اُن کی رسمیں
اُن کی تقریبیں میرے دعوے کا نشان لئے رہی ہیں۔ آج سنتی ہوں کہ انجمن آرا بیگم نے
جودھپور میں جہاں اُن کے شوہر ناظم ہیں بچی کے دودھ چھٹانے کی شادی اس زور شور سے
رچائی کہ سارا شہر واہ واہ کرنے لگا۔ کل کانوں میں یہ آواز آتی ہے کہ سعید اللہ بیگم نے میرٹھ
میں ایسی پارٹی دی کہ سب دنگ ہو گئے۔ دورِ قدیم میں یہ چرچے کہیں نہ سنے کہ پردیس میں
شادی رچائی اور غیروں میں بیٹھ کر جی خوش کر لیا۔ ہماری مثل تو یہ تھی کہ جنگل میں مور ناچا کس نے
دیکھا۔ ہم نے تو وہ شادیاں دیکھی ہیں کہ امیر کھاتی پیتی زیور جائداد والی دولت و حشمت والی غریب
مفلس رشتہ دار کے آگے ہاتھ جوڑ رہی ہے کہ خدا کے واسطے بیمار ہو تو دو گھنٹے کے لئے آجاؤ اور
بیٹی کو اپنے ہاتھ سے وداع کر دو۔ اس کی اصلی غرض کیا تھی صرف یہ کہ "ذوی القربیٰ والیتامیٰ"

اب تم اپنے ذہن میں کسی وقت کا ایک گھر قائم کر لو تو تم کو اس زمانہ کے حالات معلوم
ہوں گے۔ ایک کھاتا پیتا بھائی ہے جس کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ بہن بدقسمتی سے غریب
ہے مفلس ہے اور مشکل سے زندگی بسر کر رہی ہے مگر رشتہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں
ایک باپ کی اولاد ایک ماں کے پیٹ میں پاؤں پھیلائے۔ دولت کا امتیاز اور تغیر کی
معصیت رشتہ کی مساوات میں حارج نہیں ہے والا دولت میں خوش ہے تو یہ اپنی مفلسی
میں مگن۔ بھائی کے ہاں بیٹا ہوا۔ تو اب اس وقت کا تمدن اس طرح شروع ہوتا ہے

یہ مثل ملحوظ رہے کہ بہن پچاس برس کی اور بھائی پانچ برس کا یعنی منہ نوں کا بہن بھائی
اگر بچہ اور بہت بڑھیا بھی ہو تو بھی وہ بچہ اس بڑھیا کے حقوق سے غافل نہیں ہو سکتا
ہاں تو بھائی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ چونکہ عورت ہے فطرتاً یہ سنکر کہ بھائی کو خدا نے
بیٹا دیا خوشی کے مارے اچھل پڑی چونکہ وہ اس خوشی کے موقع پر بھائی کی کمائی میں
حقدار ہے۔ نیگ جوگ کے بہانے سے اس موقع پر اس کو بہت کچھ ملیگا۔ مگر ایسا نہ ہو
کہ اس کی مفلسی بھاوج کی نگاہوں میں وجہ ذلت ہو جائے۔ اس لئے پہل اس کی طرف سے
ہوتی ہے اور سب سے پہلے وہی بھتیجے کا کرتہ ٹوپی تیار کرتی ہے اور خود لیکر بھائی کے یہاں
پہنچتی ہے۔ ذرا اس وقت کی زچہ گیری کو دیکھنا۔

"میں تو ہولر سنکر آئی بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی"

اللہ اللہ کیسا موثر وقت ہے بھائی بھاوج خدا کی اس نعمت پر باغ باغ ہیں چاروں طرف
سے مبارکباد دیں مل رہی ہیں ہر شخص اپنے اپنے حق طلب کرتا ہے کہ دفعتہً مدتوں کی چھوٹی
ہوئی بہن کی یہ صدا اس بہانہ سے کان میں آتی ہے۔ نہ بھیک نہیں مانگتی اپنا حق
نہیں جتاتی پہلے اپنے آنے کی وجہ بیان کرتی ہے اور کہتی ہے۔

"میں تو ہولر سنکر آئی بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی"

اس وجہ کو بیان کرنے کے بعد بے ساختہ اس کی نگاہ بچہ پر پڑتی ہے دل بھر آتا ہے
بھائی کی محبت جوش کرتی ہے اور دل سے یہ دعا نکلتی ہے

باغوں میں جیسے آم پھلے رے ایسے پھلے میرا بھائی
بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

اب اس کو اپنی غربت اور بھائی کے تمول کا خیال آتا ہے اور سوچتی ہے کہ بھائی
تو خیر میرا اپنا ہے کہیں بھاوج مجھکو غریب سمجھکر حقارت سے نہ دیکھے۔ یہ خیال آتے ہی
بھاوج سے کہتی ہے۔

جیئے میری بھاوج جیئے میرا لالہ تند بہنی نہیں آئی

بھاوج کو دعا دیتی ہے بھتیجے کی درازی عمر کی خواہش کرتی ہے اور دبی زبان سے اپنا مطلب بھی کہہ دیتی ہے کہ بہنی نہیں آئی یعنی خالی نہیں ہوں۔

تیرے للہ کو ہنسلی رے کڑے تجھکو میوہ لائی

بیرن بھتیا یں تیری ماکی جائی

اب اتنا کہہ چکی تو اپنا حق جتاتی ہے اور کس زور سے کہتی ہے کہ لوں گی اور لیکر جاؤں گی۔

سٹو کے چڑہن گھوڑا لوں گی تو اپنے بدن کو جوڑا

چھاتی دھلائی روپیہ لوں گی شربتی لٹ کی دہلائی

بیرن بھتیا میں تیری ماکی جائی

سبحان اللہ! کیسے مزے کی باتیں اور پر لطف معاملات ہیں کہتی ہے خاوند کے واسطے گھوڑا اور اپنے واسطے جوڑا یہ دونوں چیزیں تو الگ لوں گی اور ابھی اصلی نیگ باقی ہے تم نے خواب میں بھی یہ باتیں نہ سنی ہوں گی۔ اسوقت تک ماں اپنے بچہ کو دودھ نہ دے سکتی تھی جبتک پھوپھی یعنی زچہ کی نند آکر بھاوج کا دودھ، دودھ سے نہ دہو دے اور سر کی ایک لٹ کو دودھ نہ لگا دے یہ باتیں جو محض جہالت معلوم ہوتی ہیں اُن کو زیادہ غور سے دیکھو تو اُن کی باریکیاں معلوم ہوں گی۔ دودھ سے چھاتی دہوئی جائے گی تو ظاہر ہے کہ دودھ زیادہ ہوگا اس نسخہ کو رسم کا لباس پہنا کر نیگ بنا دیا۔

ادہر نند نے دودھ سے چھاتی اور لٹ دہلائی ادہر زچہ نے بچہ کے منہ میں دودھ دیا بتاؤ کیسا اچھا یہ تمدن انسان ہے نہ کرم بھائی اپنی حیثیت کے موافق دے دلا کر بہن کو رخصت کرتا ہے اور بہن خوش خرم اپنے گھر روانہ ہو جاتی ہے۔

یہ باتیں جہالت اور لغو کہی جاتی ہیں۔ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ زمانہ کی رفتار یہ جو ہیرا خاک میں ملا چکی اور جدہر نظر ڈالو نفسی نفسی کا عالم ہے مگر وقت آئیگا کہ انصاف پسند

آنکھیں اس تمدن کو ترسیں گی اور ان زندگیوں پر حسرت کے آنسو بہا کر اپنا سر پیٹ لیں گی۔

ان بیویوں کی چال ٹکے گز کی تھی وہ روپیہ کو اپنی ملکیت کے ساتھ شوہر کی امانت سمجھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ کس مصیبت سے ہاتھ آیا ہے بچا کر چھپا کر کسی نہ کسی طرح وقت بے وقت کے واسطے کچھ نہ کچھ لگا رکھتی تھیں۔ آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مہذب گھروں میں ماشاء اللہ خرچ آمدنی سے ڈیوڑھے اور دُگنے۔ اگر گرانی بڑھ گئی۔ ضروریات زیادہ ہوگئیں تو اس کے ساتھ آمدنی میں بھی آسمان زمین کا فرق ہوگیا۔ دس دس روپیہ میں اُجلے خرچ تھے اچھا پہنتے تھے بیٹیاں بیاہتے تھے حیثیت کے موافق جہیز بھی دیتے تھے۔ برائیں چڑھتی تھیں۔ چڑھاوے ہوتے تھے۔ اس ہی آمدنی میں سب کچھ ہوجاتا تھا۔ قرض تھا نہ نام۔ آفت تھی نہ پریشانی۔ اس زمانہ میں تو پچاس روپیہ کی نوکری معراج تھی آج پچاس روپے میں خاک اُڑ رہی ہے اور اس کی بڑی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ تمدن بظاہر مذہب سے علیحدہ ہوکر اس کی ہر شاخ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ مذہب کے تحت میں اپنا کام کر رہی تھی اور اب تمدن۔ لاکھ اہل تمدن مذہب کے دعوے زور شور سے کریں مگر اُن کا ہر کام اور ہر بات مذہب سے ہزاروں کوس دور ہے۔

(۱۸)

میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اس گلابی پھول کو اپنے ہاتھوں سے اس تک پہنچا کر یہ دیکھوں کہ شرمندہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

اکرم۔ آپ بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد اب ایل۔ ایل۔ بی کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

حامد۔ اے شمع نورانی۔ اے حسن کی دیوی۔ تو! جس کے ہاتھ میں اس وقت حامد کی موت و زیست ہے جس کے ہر قدم پر حامد کی جان لوٹ رہی ہے۔ للہ میری بات کا جواب دے اور میری درخواست قبول کر۔

اکرم۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس گلابی پھول سے آپ کو کیا مسرت حاصل ہوگی۔ اس روز بھی آپ نے خواہ مخواہ ضد کی اور لال پھول میرے ہاتھ میں دیدیا۔

حامد۔ میں انسان نہیں دیوانہ ہوں میرے ہوش و حواس میری عقل و صبر میرے ہاتھ سے جا چکے مجھکو دنیا اب نہ ہیرا اور مینا دبال ہی ہیں رات کو عالم تنہائی میں جب صرف آپکا خیال میرے پاس ہوگا آپ کی صورت میرے روبرو نہ ہوگی اس وقت میں اس پھول سے جس کو یہ فخر حاصل ہو جائیگا اپنا دل بہلاؤں گا یہ میرا غم غلط کرے گا اور میرے زخم پر جو اب ناسور ہو گیا ہے مرہم رکھے گا۔

اکرم۔ لائیے مجھے عنایت فرمائیے۔

حامد۔ اتنے کرم کے ساتھ تھوڑا سا کرم اور بھی ...... مجھکو اجازت ہو۔

اکرم۔ اوہ! ضد ہٹ! فضول! کیا لغویت ہے اچھا لو۔

حامد۔ آہ! آہ! آہ!

(۱۹)

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ مہتمم مدرسہ نسواں۔ سلام مسنون السلام۔

میں آپ کے مدرسہ کی شاگرد بی بی رئیس النساء سے جو پچھلے ہفتہ میں دینیات اور اردو میں کامیاب ہوئی ہیں نکاح کا خواہشمند ہوں کل میں نے جس عزیزہ کو آپ کی خدمت میں لڑکی کے دیکھنے کے واسطے بھیجا تھا وہ میری حقیقی بہن ہے اور میرے مزاج اور میرے عادات و خصائل سے پوری طرح واقف اس نے چونکہ ہر طرح اپنا اطمینان ظاہر کیا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ میری درخواست کو منظور فرما کر سنت رسول کے موافق اس نکاح کو انجام دینگی۔ مہر موجل دو ہزار روپیہ تک دینے پر آمادہ ہوں اور بالفعل محکمہ اشتہوئی میں ساٹھ روپیہ ماہوار کا ملازم ہوں۔

نیازمند نور اللہ

آپا جان یتیم لڑکی ہے جہیز وغیرہ کچھ ہے نہیں اس لئے ہم چٹ پٹ کے متعلق گفتگو نہیں کرتے
پرسوں جمعہ عید الاضحیٰ ہے میری رائے میں نماز کے بعد نکاح ہو جائے اور رضیہ اپنے گھر رخصت
ہو۔ اس میں شک نہیں کہ رضیہ اس وقت مدرسہ بھر کا مول ہے اور اس سے مجھکو جو کچھ ہمدردی
ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ مگر کہاں تک اس کو بٹھائے رکھوں گی۔ خدا کا کام ہے خدا اُسی اندر
لڑکی کو اس قابل کر دے گا۔ لڑکے کے متعلق میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا۔ بہت شریف
سمجھ ہے۔ اس کے ماں باپ بھی بھلے مانس ہیں۔ پہلے انہوں نے رقعہ بھیجا تھا۔ میں نے کہا
لڑکے کی طرف سے شرع اسلام کے موافق پیغام بھجوا دیجئے۔

بڑی بہن۔ بس تو جب تم ہر طرح اطمینان کر چکی ہو تو پھر دیر کی کیا ضرورت بسم اللہ کرو۔
اور پرسوں اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔

(۳۰)

تم بھی بعض دفعہ ایسی بیوقوفی کی بات کہہ دیتی ہو کہ آگ لگ جاتی ہے۔ اگر ہم کو لڑکوں کی کیا کمی
اور ایسی اس کی عمر ہی کیا ہو گئی۔ بیس برس کی لڑکی تو ولایت میں بچہ سمجھی جاتی ہے۔ جس وقت
تم نے ارادہ کیا اسی وقت اتنے پیغام آئیں گے کہ انتخاب مشکل ہو جائیگا۔ خاندانی عزت آج
شہر میں جواب نہیں رکھتی۔ اس تعلیم نے اس کو اور بھی مشہور کر دیا۔ خوشنما تو بیسیوں مگر
ایسا لڑکا میری نظر میں تو کوئی ہے نہیں جو اس کے قابل ہو سکے چھوٹی ہی تھی کہ
ابا جان کی زندگی میں منجھلے چچا نے پیغام دیا تھا مگر وہ لڑکا اب ہرگز نہیں پاس ہوا
خود بڑی آپا جان کا بچہ ناصر موجود ہے جھوٹوں اشارہ پا جائیں تو گھر کی مٹی لے ڈالیں
مگر لڑکا ایسا چاہئے جو کم سے کم بی۔ اے ہو۔ تاکہ اس کی قابلیت کی قدر کر سکے۔

پھوپھی۔ میں صرف اس لئے کہتی ہوں کہ آج دوپہر ہوا اس نے مجھ سے شادی کے
متعلق گفتگو کی تھی اپنے واسطے نہیں بلکہ سب اسلام کے ہر جگہ وہ ظلم لکھی ہے۔

میاں ابا۔ ہاں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود شادی کی خواہشمند ہے ظلم لکھی ہے

ضرور قابلِ ترمیم ہے اور میری رائے میں میاں بیوی کو خود انتخاب کی اجازت دینی چاہیئے
تم نے کیا کہا۔

بیوی۔ میں نے یہی کہا جو تمہاری رائے ہے۔

(۲۱)

مگر اس میں کیا قباحت ہے کہ تم مجھ پر اتنا رحم کرو کہ زیادہ نہیں صرف ایک دفعہ روزانہ آ کر اپنی صورت چند لمحے کے واسطے مجھے دکھا دیا کرو یقین کرنا مس اکرم تمہاری ملاقات سے تھوڑی دیر کے واسطے جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اس قدر پائدار ہے کہ آج تک زندہ ہوں ورنہ میری دنیا اور میری زندگی تو ختم ہو چکی۔

ہاں ہاں ڈیر مس اکرم کس منہ سے شکریہ ادا کروں میری انگوٹھی کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا مجھکو مول لے لیا۔

اکرم۔ میں جب موقع ہوتا ہے تم سے گفتگو کر لیتی ہوں البتہ تمہاری طرح دنیا سازی کی باتیں مجھے نہیں آتیں۔ میں کس طرح روزانہ ملنے کا وعدہ کروں۔ وعدہ خلافی سے زیادہ دنیا میں کوئی غلطی انسان سے نہیں ہو سکتی میں تم سے کبھی وعدہ نہیں کر سکتی جو میرے اختیار میں نہ ہو۔

حامد۔ میں صرف اس وقت اس نازک ہاتھ کو جس نے میری عزت افزائی کی اپنی آنکھوں سے لگانا چاہتا ہوں اور یہ ایسا آپ کا احسان ہوگا کہ میں اس کو بھول نہیں سکتا۔

اکرم۔ آپ بعض اوقات بہت بیجا ضد کرتے ہیں۔ لیجیئے۔

حامد۔ یہ ہاتھ نہیں چنبیلی کا پھول ہے جس کی نازک پنکھڑیاں میری آنکھوں کو فرحت میرے دل کو طراوت میری روح کو تازگی اور میری جان کو تقویت بخش رہی ہیں۔

اکرم۔ ہاں آپ نے اس دن کہا تھا کہ آپ پاپا سے ملیں گے۔ میرا خیال ہے آپ کو شاید فرصت نہ ہوئی۔

حامد۔ واہ میری محسنہ میری حسینہ میری جان کی میرے دل کی مالک اکرم ابھی تک دانی

کی۔ میں نے دو دفعہ ملنے کا قصد کیا اور گھنٹوں وہاں ٹہلتا رہا مگر میری ہمت نہ پڑی کہ میں اُن سے اس کے متعلق کچھ عرض کر سکوں۔ اب جو کچھ بھی ہو دل کڑا کر کے آج ہی عرض کر دوں گا۔
اکرم۔ آپ کو میرے سامنے تو ہر قسم کی ہمت ہو جاتی ہے اور ایک با ضابطہ معاملہ میں آپ اس قدر پست ہمت ہوتے ہیں۔
حامد۔ تمہارے رحم و کرم میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ تمہارا حُسن میرا دل بڑھاتا ہے۔ اور تمہاری پیاری صورت مجھ کو ترغیب دیتی ہے کہ میں اپنی درخواستیں تمہارے سامنے پیش کروں۔
اکرم۔ تو آپ اُن سے کب ملیں گے۔
حامد۔ کل انشاءاللہ ضرور عرض کروں گا۔
اکرم۔ اچھا رخصت۔
حامد۔ میں کس طرح کہوں یہ صورت جو اس وقت پیکر اکرم میں میرے پیش نظر ہے میری آنکھوں سے اوجھل ہو کر میری جان پر بنا دیگی۔
اکرم۔ تم نے پھر وہی رٹ شروع کی۔ اچھا (ہاتھ ملا رہا ہے) گُڈ بائی مسٹر حامد!

(۲۲)

تم نے اگلے مہینے میں بھی یہی کہا تھا کہ اب کے انشاءاللہ اکٹھے بیس روپے دونوں مہینے کے اماجان کو بھیجدوں گا۔ میں اس وقت خاموش ہو رہی لیکن اب کے تمہاری نیت پھر ایسی ہی سی معلوم ہو رہی ہے۔ تم ماشاءاللہ ساٹھ روپے کے نوکر ہو۔ گھر میں ماما ہے باہر نوکر اچھے سے اچھا کھاتے اور بہتر سے بہتر پہنتے ہو میری کوئی ضرورت کبھی رکی نہیں رہتی بچوں کے سب کام پورے ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے ہماری حالتوں پر کہ ضعیف العمر والدین جو آج ہماری مدد کے محتاج ہیں اور جنکا اگر سچ پوچھو تو ہم پر اب کوئی زور نہیں بیچارے خرچ کی راہ دیکھیں اور ہماسے پاس سے نہ جاسکے تم دکھو کے سب خرچ چوں کو موقوف کر دو۔ کپڑا اگلے مہینے میں آجائیگا۔ کبھی دس کا نہیں پانچ کا

منگواؤ۔ مگر اُن کے تین روپے آج ہی روانہ کر دو۔

نور اللہ۔ میں تمہارے اس خیال کا بیحد احسانمند ہوں اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی خدمت پچھلے مہینے پیش نہ کرسکا۔ مگر کیا کروں اگر بھیجدیتا ہوں تو اس مہینہ کی سخت تکلیفیں پھر نظر آرہی ہیں۔ کون سے خرچ کو کم کردوں۔

رئیس النساء۔ اُن کی زندگی کا بھروسہ نہیں دنیا ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ ہم ہزاروں کمائیں گے اور اُٹھائیں گے مگر وہ موجود نہ ہوں گے۔ جب تک اُن کا ساجھا ہماری کمائی میں ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ صرف اس کو پورا کریں بلکہ اپنا فخر سمجھیں جس وقت وہ نہ ہونگے اگر ہم ہزار روپیہ بھی اُٹھادیں تو وہ سچے دل سے دعائیں دینے والے ہم کو میسر نہ آئیں گے۔ ہم کو تو تکلیف رہتی ہی ہوئی ہے لیکن جنکا کوئی سہارا نہیں اُن پر تو شاید فاقے ہی ہو رہے ہونگے۔ کس بیقراری سے وہ ڈاکیہ کی راہ دیکھتے ہوں گے اور جب یہ سنتے ہوں گے کہ کچھ نہیں ہے تو اُن کا دل کیا کہتا ہوگا۔ میں جانتی ہوں کہ اُن کے دل بد دعا نہ دیں گے مگر اب ایسے محبت کرنے والے ہم کو دنیا میں میسر نہ آئیں گے۔ ہم نے اُن کی خدمات کی کچھ قدر نہ کی۔ مجھکو یاد ہے میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت کو اپنی پشت پر لئے چلا جاتا ہے۔ پوچھا یہ تیری کون ہے اُس نے کہا میری ماں۔ فرمایا بیشک تو اپنے فرض سے ادا ہوا۔ جس طرح تجھکو یہ گود میں لئے پھرتی تھی اسی طرح آج تو اس کو پشت پر لئے چل رہا ہے۔ امام کی یہ گفتگو سنکر اس شخص نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے اس فرض سے میں تو کیا کوئی بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کی میری حالت میں آسمان زمین کا فرق ہے جس وقت یہ مجھکو گود میں لیتی تھی اُس وقت اسکا دل میری درازی عمر کا متمنی تھا اور اس کو میری تکلیف اپنی راحت سے بہتر لگتی تھی میں اس کو بار نہ تھا لیکن آج جبکہ یہ میری پشت پر ہے مجھکو بار معلوم ہو رہی ہے اور میری تمنا یہ ہے کہ خدا جلد اس کا انجام بخیر کرے۔ لیکن اُن کے دل میں میری صحت کا خیال ہے

پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔
کیا خبر تمکو والدین کی صورت دیکھنی نصیب ہوا ہو مگر یہ وقت یاد رہ جائیگا اور اُن کی تکلیفیں اگر تم کو نہیں تو مجھکو خون کے آنسو رلوائینگی اُن کا دل ضرور کہہ رہا ہوگا کہ بیوی بچوں کے اخراجات کی وجہ سے ہماری تنخواہ بند ہو گئی پچھلے مہینہ میں تم نے ان کو کچھ نہ بھیجا مگر اسی خرچ میں سے بچا بچو کر میں نے اُن کے یہ دس روپئے نکال لئے۔ خدا کے واسطے دس یہ لو اور دس اس تنخواہ میں سے ملا کر سب سے پہلے اُن کا منی آرڈر کر آؤ۔

نور اللہ۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے اور تمہاری اس سعادتمندی کا اجر آخرت میں دے۔ تم نے جو کچھ کیا بہت درست اور ٹھیک ہے۔ لاؤ میں سب سے پہلے روپیہ روانہ کردوں جاتو رہا ہی ہوں اور جو کچھ منگواؤ باہر سے لیتا آؤں۔ تمہارا چادرہ آج ضرور لاؤں گا۔

بیوی۔ چادرہ لانا شوق سے لاؤ میں منع نہیں کرتی۔ مگر تم ہی سوچو میں گھر کی بیٹھنے والی کہیں جانا نہیں آنا نہیں۔ جیسے کپڑے پہن لوں گی کوئی کہنے والا نہ سننے والا۔ اگر کہیں جانا ہوا بھی گیا تو اللہ کا شکر ہے آنے جانے کے کپڑے میرے پاس موجود ہیں مگر سب سے پہلے تم اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ۔ باہر کا جانا سب سے ملنا جلنا تم ان باتوں پر کیوں نہیں غور کیا کرتے میں برسوں سے دیکھ رہی ہوں اچکن کی کہنی مسک گئی دو ایک دن میں ادھڑ نکل جائے گی پھٹی پھٹی ہوئی اچکن پہنو گے نام تو میرا ہی بدنام ہوگا۔ تم اپنی ضرورت نہیں میری ہی بدنامی کی خاطر خدا کے لئے سب سے پہلے اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ اور ایک گرمی کی دریس پہنتے آنا۔ نماز کو جاتے ہو اگلے برس کی گرمی گلے میں ہے اس میں گرمائی کیا خاک ہوگی۔ روئی میں نے منگوا رکھی ہے۔ انشاءاللہ آج ہی تیار کردوں گی۔

نور اللہ۔ تم تو ہمیشہ یوں ہی مجبور کیا کرتی ہو چادرہ آجاتا تو اچھا تھا۔ خیر میاں کپڑے کا کپڑا لیتا آؤں گا اور ہاں عزت کے واسطے تو تمہارا کل تحصیلدار صاحب آئے تھے اُنھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سال میری ترقی کی سفارش ضرور کریں گے اس لئے میں کہتا تھا

ختم

اُن کی ایک وقت کی دعوت کر دیتا۔ مگر تمہارا جی اچھا نہیں اس لئے مجبور ہوں۔
پھوپھی۔ میرے جی کا کیا ہے نزلہ زکام کھانسی بخار کیا ہوا نہیں کرتے۔ تحصیلدار صاحب
پھر کب آئیں گے۔ ضرور دعوت کر دو۔ میں انشاء اللہ سب ٹھیک ٹھاک کر لوں گی۔
میری بیماری کا تم نے اچھا عذر سوچا۔ میرا کیا ہے کوئی بیماری ہے دنیا کے کام کاج کرتے ہیں"

(۲۴)

رضیہ! میں نے تم کو بارہا سمجھایا کہ تم اپنے ان گنوں سے باز آؤ اور یہ طریقے چھوڑ دو۔ تم نے
تمام خاندان کی ناک کاٹ دی۔ شہر میں تمہارا خاکہ اڑ رہا ہے اور دنیا تم پر ٹھٹھے لگا رہی ہے
غضب خدا کا میر کلن کی لڑکی جو پانچ ہزار کا جہیز لیکر گھر سے نکلی تھی وہ فقیرنیوں اور بھنگنیوں
فقیروں اور رانڈوں کی خوشامد کرتی پھرے جس پر ہمیشہ اُستاد اور استانیاں نوکر رہیں
وہ آج ذلیلوں اور ذلیلوں کو سبق پڑھا رہی ہے اس وقت ابا جان زندہ ہوتے یا تو خود زہر کھا لیتے
اور یا تم کو جان سے مار ڈالتے۔ میں گو چھوٹا تھا مگر تمہارے باپ کی جگہ اگر تم بڑوں کی عزت
نبھاتیں اور ہماری آبرو برباد نہ کرتیں تو ہم ایسے گئے گزرے نہ تھے۔ تمہارے کتوں تک کو
روٹیاں دے سکتے تھے۔ اس وقت بھی میں سیر آٹا صبح شام پک رہا ہے تمہارا پاؤ سیر آٹا دوبھر
نہ تھا۔ مگر آدمی وہ تھا یہ کہو جس کو دیکھ کر جی خوش ہو یہ نہیں کہ گدھے کی آنکھوں میں نون
دیا اس نے کہا میری آنکھیں پھوڑیں جیسا کیا ویسا بھگتو اور جو بویا وہ کاٹو۔ پردہ کرو
بنیئے نے تمہارے نام نالش دائر کر دی ہے اور فیصلہ سے قبل قرقی کا حکم ہے ہٹو جلدی
اہلکار تمہارے نوکر نہیں ہیں کہ کھڑے رہیں گے۔
رضیہ۔ میاں! کیسی قرقی کس کا بنیہ میں نے تو آج تک کسی سے ایک پیسہ بھی قرض
نہیں لیا۔ ذرا میرے سامنے تو بلاؤ کون کہہ رہا ہے میرے منہ پر تو کہے۔
اچھن۔ تم بچی اور مس صاحب کا جمعدار دلو رام جو چرچ سے پنشن پا رہا ہے جھوٹا
جس کی ضمانت پر دو سو روپیہ قرض لیا تھا۔ آپا گریبان میں منہ ڈالو۔ ہاہا۔

رضیہ ۔ بھائی کیا کہہ رہا ہے ۔ خدا کے واسطے اچھن مجھکو بچا بیٹے تو ضمانت کیسی یہ نام بھی آج ہی سنا ہے ۔ کون بس صاحب کیسا جمعدار ۔

اچھن ۔ اچھا پردہ کرو ۔ امین میرے اور تمہارے باوا کا نوکر تو نہیں ہے کہ گھنٹوں کھڑا رہیگا پردہ ہوتے ہی دو تین اہلکار اور دس پندرہ سپاہی گھر میں داخل ہو گئے اسباب قرق ہونا شروع ہو گیا ۔ مدرسہ کا تل تل اور رتی رتی قرق ہو چکا تو بغلی کے کمرے میں آئے دری گا و تکیہ برتن بھانڈا سب چیزیں اٹھتی رہیں مگر رضیہ خاموش دیکھتی رہی جب اچھن نے کاغذوں کا بستہ اٹھایا اور کھولنے لگا تو اس نے با آواز بلند کہا ۔

جو آواز آج تک کسی غیر مرد نے نہیں سُنی وہ اچھن تمہاری موجودگی میں کہ تم وارث شرعی ہو اتنے مجمع میں نکلتی ہے میرے بستہ کو ہاتھ نہ لگا وُ میری وہ امانت ہے جس کو گیارہ برس سے سینے سے لگائے ہوئے ہوں اچھن یہ تمہارے دیکھنے کی چیز نہیں ہے یہ میرے اور وارث کے راز ہیں جن کی موت مجھکو یہ دن دکھا رہی ہے ۔ یہ ردی کاغذ ہیں مگر وہ کاغذ جن کو روز ایک دفعہ دیکھتی ہوں اور زمانہ گزشتہ کو یاد کر لیتی ہوں یہ میری نگاہ میں لعل و یاقوت روے جواہر سیم و زر دولت و سلطنت سب سے زیادہ ہیں ان پر اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو میرا ایمان میرا نفس میرا دل مجھپر لعنت بھیجے گا کہ میری وجہ سے ایک شخص کا راز ایک مردہ روح کا راز آج افشا ہو رہا ہے ۔ اچھن ان خطوں کو نہ پڑھو اور یہ بستہ مجھے دیدے ۔

طاقت و دولت صاحب اقبال عقلمند و ہوشیار مال دار و زر دار اچھن کے مقابلہ میں بدنصیب فقیر ذلیل و زبوں مظلوم و خستہ خوار رضیہ کی وقعت کیا خاک تھی بستہ بھی اسباب قرق شدہ میں داخل ہوا اور تھوڑی دیر بعد رسم تیمم خانہ اور زنانہ مکان میں امانت کرید نے تک کو تنکا نہ رہا ۔

دو بجے سے پانچ بجے تک یہ مصیبت برپا رہی جب لڑکیاں اور اہلکار سب چلے گئے تو عالم تنہائی میں رضیہ کو اپنی بدنصیبی کا خیال آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی اور چیخ

چیخ کر بلبلائی بھائی کی بے اعتنائی سے اس کے کلیجے پر تیر لگ رہے تھے یہی حالت میں روتی لاتی بڑی بہن کے ہاں پہنچی اور اپنی بپتا سنائی رضیہ ساری داستان کہہ چکی تو آج خلاف عادت بجائے اس کے کہ بہن اس کے زخم پر مرہم رکھتی بگڑ کر بولی۔ رضیہ بوا تم نے مجھکو بھی دشمن سمجھا اور خبر تک نہ کی۔ میں ہر طرح سے تمہاری خبر گیری کو حاضر تھی۔ اگر روپیہ قرض لینا تھا تو مجھ سے ذکر تو کر دیتیں۔

رضیہ۔ ہائے آپا میں قرض کو کیا جانوں میں نے کس سے قرض لیا۔ مجھ پر تو ناگہانی آئی ہے۔

بڑی بہن۔ بوا مجھکو اچھن تمہارے ہاتھ کی تحریر دکھا گیا ہے۔ میں تمہارا خط پہچانتی ہوں مکرنے سے کیا فائدہ۔

رضیہ۔ اے اللہ مجھکو موت دے کہ میں ایسی ہو گئی۔ آپا کیا کہہ رہی ہو میں غیر مرد کو تحریر دونگی میری عزت آبرو سب یاد رہو گئی...... ہاں ہاں مجھے خیال آیا ایک دن کا ذکر ہے کہ اچھن دوپہر کے وقت ٹہلتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا آپا یہ چند سطریں نقل کر دو۔ میں نے نقل کر دیں ۵ روپیہ کا لین دین تھا شاید یہ وہی جھگڑا ہے آپا میری بات کا یقین کرو میں بے گناہ ہوں۔ مجھ پر اچھن نے ظلم کیا۔ میں اس کو بد دعا نہیں دیتی۔ مگر للہ تم مجھ سے ناخوش نہ ہو۔

بڑی بہن۔ رضیہ بد نصیب وقت تیرا ہر گز آئندہ بہن میں نہیں میرے کلیجے پر گر رہا ہے۔ اے ماں جائی بھائی کی محبت بھول جا۔ وہ دنیا میں خوش ہے تو اس سے واسطہ رکھتی نہ یہ نتیجہ ہوتا۔ خیر اس کی خوشی یہی تھی پوری ہو گئی مدرسہ بند کرنا چاہتا تھا کر دیا۔ مگر رضیہ اس نے ظلم کیا ہے اور اس کی سزا خدا کے ہاں سے اسکو ملیگی۔ اپنی بھول جا اور بھائی کی رو۔

رضیہ۔ آپا مجھے خدا وہ وقت نہ دکھائے کہ اچھن پر کوئی برا وقت آئے میں کس قابل ہوں جو اس کی مدد کروں نہ زر ہے نہ مال ہے۔

بڑی بہن۔ خیر جو کچھ ہوا خوب ہوا اسی میں کچھ بہتری تھی تمہاری تحریر لینے کی کیا تھی

رضیہ۔ آپا ایمان سے کہتی ہوں مجھے یاد نہیں۔ شاید ڈیڑھ سو روپے قرقی کے وقت سب کہہ رہے تھے اتنے ہی کی ہو گی۔

بڑی بہن۔ تمہارے بھائی آجائیں دیکھو میں ان سے صلاح کروں گی۔ مگر رضیہ اچھے اچھا نہ کیا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔

رضیہ۔ اے ہے آپا خدا کے لئے یہ نہ کہو اس نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ مگر خدا اس کو خوش رکھے بیوقوف ہی بچہ ہی بات کو نہ سمجھ سکا مگر اللہ بس یہ نہیں چاہتی کہ میرا بھائی کسی تکلیف میں گرفتار ہو۔

بڑی بہن۔ دیوانی دنیا کلجگ نہیں کرجگ ہے اور خدا میرا تیرا ہی نہیں سب کا خدا ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے اس نے تیرے ساتھ کچھ نہیں کیا خدا کے کاموں میں خنہ ڈالا۔ اب وہ جانے اور اس کا کام۔

(۲۴)

جاڑوں کے موسم میں جب سردی زور شور سے پڑ رہی تھی رات کے آٹھ بجے ہوں گے کہ میر احسین نے ذرا گھبرا کر بیوی سے کہا۔ آج اب تک اکرم نہیں آئی کبھی اتنی دیر نہیں لگی کیا بات ہے۔

بیوی۔ مس صاحب کے پاس بیٹھ گئی ہو گی اب آئے گی۔

گھنٹے نے مزے لے لے کر آٹھ کے نو۔ نو کے دس اور دس کے گیارہ بجا دیئے۔ کھانا مارے کھار ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ نوکر اور ماما بیٹھے سو گئے ہیں۔ ماں اور باپ حیران اور پریشان چاروں طرف پھر رہے ہیں۔

میاں۔ لاؤ پھر میں مس صاحب کے جا کر پوچھوں۔

بیوی۔ ہاں جاؤ دیکھو تو سہی ایسے گھبرا کیوں گئے جائے گی کہاں ہیں ہو گی۔

میاں۔ مگر وہاں تو کتے ہیں۔ رات اتنی آگئی لاؤ لکڑی دو۔

میر صاحب لکڑی لیکر پہنچے۔ تو جاڑوں کی رات آدھی رات کا وقت سناٹا کوٹھی میں قدم بھی نہ رکھا تھا سڑک ہی پر تھے کہ آہٹ پاتے ہی کتا لپکا۔ ٹھہرے اور چاروں طرف نظر ڈالی۔ روشنی ہو رہی تھی۔ وہیں سے آوازیں دینی شروع کیں "مس صاحب!" "مس صاحب میرا بچہ

آیا ہوں اکرم اب تک نہیں آئی۔" مس صاحب کے بدلے کتا بھونکتا ہوا اسرار اداکر کے جواب میں آ جاتا تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے ٹہلتے رہے۔ یکایک خیال آیا کہ شاید اب آ گئی ہو گھر لوٹے تو وہاں کیا رکھا تھا اب تو رات دونوں میاں بیوی کو پریشانی شروع ہوئی۔ مگر ابھی تک دونوں خاموش تھے جب وہ رات جس نے جفا کار اچھن کے ہاتھوں ایرانی سیدوں کی آبرو کا استغراق کیا نمودار کی صبح کا منہ دکھا کر پردۂ دنیا سے رخصت ہوئی تو باپ اندھیرے منہ مس صاحب کے پاس پہنچا۔ خانساماں صورت دیکھتے ہی لپکا اور مس صاحب کو جا کر اطلاع دی۔

مس صاحب: میں ابھی ملنے کے واسطے تیار نہیں ہوں لیکن مجھ کو اکرم کا کچھ حال معلوم نہیں صرف اتنا سنا تھا کہ وہ چند روز سے اپنی قوم کے ایک لڑکے سے ہر وقت باتیں کرتی رہتی ہے۔ اتنا سنتے ہی پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ گھر آیا بیوی کو سارا حال سنایا اور دونوں نے کونے میں بیٹھ کر اپنا منہ پر لپیٹ

اکرم کے غائب ہونے کی خبر سوئی نہ تھی کہ چھپ جاتی۔ دوپہر تک شہر بھر میں مشہور ہو گئی دوں طرف سے ڈولیاں اترنی شروع ہو گئیں۔ یہ زخم کا نمک تھا جس نے دونوں کو موت کا چرکا دیا۔ آج اچھن کو معلوم ہوا کہ کس طرح باپ دادا کی آبرو کا خاتمہ کیا اور سیدوں عزت برباد کی۔

بہنیں دونوں خاموش سرنگوں تھیں کہ اچھن نے کہا ان پوچھنے والوں نے اور بھی میرا مذاق میں کیا میری بچی اور کسی قابل تو ہے نہیں یا تو کسی نے زہر دیدیا یا پکڑ کر لے گیا۔

بڑی بہن غصہ میں لال اور پیلی ہو رہی تھی کہنے لگی۔

اکو اب بھی شرم نہ آئی اور سب کے سامنے بیٹھے باتیں بنا رہے ہو وہ نا ہنجار لڑکی جس نے بڑوں کی آبرو پر پانی پھیر (جنہوں نے اپنا خون گرا کر عزت قائم کی تھی) اس وقت تک کسی قابل جس گھر سے لاشیں نکل گئیں ڈولی نہ نکلی آج اس پر یہ خدا کا قہر نازل ہوا سادات کے خاندان ایرانی عزت کا خاندانی شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کمبخت کی شہرت سے پہلے ہم زمین میں گڑ جاتے اور موت ہمارا پردہ ڈھانک دیتی اور ہماری یہ سیاہ صورتیں جو ہمیشہ ہمیشہ کو خاک

بیاہ لگ گئیں۔ تم نے یہ دیکھا چہرے جن پر سدا سہاگ کا ٹیکا لگا رہا۔ ہماری بے نصیب آنکھیں مدت العمر کو ذہن ہی میں گڑ گئیں۔ اس سے پہلے غارت ہو جائیں یہ نہ ہم کو کھاتی رضیہ کو بھی ہیں تو دو دن اور تو زمین کا پیوند ہو جاتا۔ آہ تیرا باپ میر کلن وہ سیّد تھا جس کی عورتوں کی چادر تک آسمان نے نہ دیکھا ایک وہ نہیں اور ادھر بی جوانیاں کہ ننگ ڈنگ کی دلہنوں نے ٹنڈ سا سے پہلے اور قبریں جا بسا ئیں اس کی ہوا تک کسی کو نہ لگی اُن کی صورتیں دیکھنا اُن کی آواز بھی کانوں نے نہ سنیں جن کی فریادیں چپ جن کی آہیں ساکت جن کے نالے تک خاموش ہو اُن کے کلیجہ کا ٹکڑا اور بے حشر کر دی اکرم کہاں گئے اور تو زندہ ہے جو ان اکرم لاپتہ ہوا وہیں میلسی پیارا میاں اکرم کل سے غائب ہو اور رضیہ منہ دکھاتے۔ دنیا اب ہمارے رہنے کی جگہ نہیں رہی۔ تو نے جو کچھ کیا خوب کیا۔

(۲۵)

قدرت کے انتقام نہ کسی کی مروّت واسطہ رکھتے ہیں نہ مصیبت۔ دن ورکی طرح ختم ہوا اور وہ ہمدردی جس اوٹ میں دن بھر ادھر ادھر چھپا لگا لگا کر مشرف وہ پہر کی باتیں سنائیں اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ کہتے ہیں مرے کو نہ پیٹے بلکہ رزق کو کھڑے ہو کر دیکھا ہے کہ زندہ کے رونے والے دونوں زیادہ تھے بیٹھے ہیں تمام اُٹھے یہ چار شخص سے جو زندہ جنازہ کو رو رہے تھے دونوں بہنیں اور خود میاں بیوی۔ کس کا کھانا پینا اور کہاں کی بھوک پیاس لیے یہ چاروں سر کو پکڑے اور باہر نوکر چاکر دانتوں میں انگلی دیئے خاموش بیٹھے تھے۔ دفعتہً مشرف کو کچھ خیال آیا کہ کوٹھڑی کھولی اندر گئی صندوق دیکھا تو مندوقچہ جس میں تمام زیور تھا ندارد دیکھی اکر ہم جھانک گئی اور کھڑی دیر لیجد خود ہی کہنے لگی نہ اب بیاہ روکے فریب نہیں جان لو بھاگ گئی ہے زیور کا صندوقچہ بھی لے گئی اجی اُٹھا اندر جا کر دیکھا ہی تو واقعی صفایا کر گئی۔ دونوں میاں بیوی کو تو پہلے سے یقین تھا اور اسی طرح سمجھتی تھیں کہ رضیہ بائیس برس کی عورت نادان نہیں ہے سمجھ نہیں کہ کوئی کو نہ اٹھا کر یا بہکا کر لے جائے گا مگر ماما یا دایہ ماما کی وجہ سے اس کو یہ تمام سمجھ رہے تھے لیکن اب ان کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ وہ لڑکی

گئی اور کھلے خزانے بھاگ گئی۔ زیور بھی کچھ کم نہیں چھ ساڑھے چھ ہزار کا مال تھا۔ روپیہ بھی گیا۔ اکبر
بھی اور سب سے بڑھ کر وہ بچی جسکو اندھیرے گھر کا اجالا، پھوٹی آنکھ کا دیدہ اور ٹوٹے گھر کا دیا سمجھتے
تھے۔ اچھن ہرگز ہرگز ہمدردی کا مستحق نہیں۔ نتیجہ اس کے سامنے کھلا ہوا تھا اگر آنکھیں کھول کر دیکھتا
تو اس روشن آئینہ میں اسکو یہ گھڑی صاف جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی۔ کس کس نے اس اندھے کو نہ سمجھایا
۔ بہنوئی نے اس سے کہا بہنوئی اس سے بگڑا، دوست آشنا اس کے سر ہوئے ایک اسی کے واسطے ذی ساتوں رشتے
تو اس سے رہی پھر بھی ہم لوگ بہت خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ اس کو اپنے گھر کا اتنا کوئی بدلا نہ
ملا ورنہ کون سا ظلم تھا جو اس نے نہ کیا اور کون سا ستم تھا جو اس نے نہ توڑا۔ بہنوئی کے ترکے اس نے مارے
معصوم بچوں کا حق اس نے دبایا۔ بڑھے نوکروں کی تنخواہ اس نے اینٹھی۔ یتیموں کا مال۔ مدرسہ کا اسباب
رانڈ بہن کی جائداد کس کس کا رونا رویا جائے وہ تو اندھا اور اپاہج ہو کر لنگڑا اور لولا بنکر در در کا بھکاری اور
گھر گھر کی ٹھوکریں کھاتا تو سزاوار تھا۔ مگر دونوں میاں بیوی خوش نصیب تھے۔ رضیہ اگر بیاہی
نہ ہوتی تو رانڈ کی آہ تو دونوں کا کلیجہ توڑ دیتی۔ باوجود ان تمام باتوں کی سختی کے جو ہم اچھن
کے معاملہ میں روا رکھتے ہیں اس کی حالت اب قابل رحم ضرور تھی اور اگر کوئی اس کے حالات سے
بے خبر اس کو دیکھتا تو قطعی متاثر ہو جاتا۔ تین دن اور تین رات چاروں طرف سرگرداں پھرا۔ اب اسکو
صرف یہ ارمان تھا کہ اگر ایک دفعہ اپنی بچی کی صورت دیکھ لوں تو گویا دونوں وقت کی بھوک اور
رات کی نیند سب اڑ گئی۔ مزا یہ تھا کہ میاں بیوی پر الزام رکھتا اور بیوی میاں پر۔ چوتھے یا
پانچویں روز اتنا پتہ چلا کہ صدو برقعہ والے کا لڑکا جو ہر وقت کوٹ پتلون پہنے پھرتا ہے اور پہلے
یکہ ہانکتا تھا ڈھونڈے سے ڈال ہاتھ تھا زیادہ کھوج لگایا تو اتنا اور پتہ چلا کہ وہ تو بیچ دونوں
اسی تاریخ کو دو بجے دن کی گاڑی سے امرتسر گئے ہیں لپکا ہوا گھر آیا اور اسی گڑ گڑاتی دوپہری
اور مہاوٹ میں کھاٹ لیا نہ رضائی تھوڑے سے ۔۔ یہ لیکر امرتسر پہنچا۔ سراؤں میں گیا
ہوٹلوں میں دیکھا چاروں طرف پوچھا مگر تھا کہ پتہ نہ پایا۔ ہاں کوتوالی سے اتنا معلوم ہو سکا
کہ احمد بیگ کانسٹیبل جمعہ کی رات کو ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو لیکر آیا اور بیان کیا کہ

تیسرے پہر کی ایک کوٹھری سے رونے پیٹنے کی آواز آئی میں گیا تو دروازہ اندر سے بند تھا اور یہ عورت رو رہی تھی مگر یہ مرد زبردستی اسکو خاموش کر رہا تھا میں نے دروازہ کی چول اتاری تو یہ عورت میرے قدموں پر گر پڑی اور کہا خدا کے لئے مجھے بچاؤ یہ مجھکو بھگا کر گھر سے لایا میری عصمت خراب کی میرا زیور چھین لیا میرے پاس صرف یہ گلوبند رہ گیا ہے اور اسکو بھی لینا چاہتا ہے میں نے مرد سے پوچھا تو اس نے کہا یہ میری بیوی اور منکوحہ ہے اس کا بیان جھوٹا ہے یہ بدچلن ہے اس کا باپ میر اچھن زندہ ہے اور میں اس کو وہاں پہنچانا چاہتا ہوں۔ کوتوالی میں جب اس عورت سے دریافت کیا گیا تو وہ پڑھی لکھی شریف عورت معلوم ہوتی تھی مگر بالکل خاموش تھی۔ اس نے کسی قسم کا اظہار ایسا نہ دیا جس سے کانسٹبل کے بیان کی تصدیق ہوتی وہ دونوں چھوڑ دیے گئے اور ہدایت کی گئی کہ علی الصباح حاضر ہوں۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ رات ہی کو کہیں چلے گئے۔ میر اچھن آپ ہی ہیں؟

میر اچھن۔ جی ہاں میں ہی اس کا بدنصیب باپ ہوں۔

کوتوال۔ ہاں تو جناب یہ معاملہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ صاحبزادی خوب چٹاخ پٹاخ ہیں پڑھی لکھی۔ بے جھجک بے حجاب۔ آپ نے تعلیم پر معلوم ہوتا ہے خوب توجہ کی۔

اچھن ساکت تھا۔ یہ حال سنکر اس کی آنکھوں کے سامنے بجلی چمک گئی۔ اور پورا یقین ہو گیا کہ کمبخت ہندو نے میری آبرو پر پانی پھیرا۔ کوتوال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور سیدھا اسٹیشن پر آیا۔ ارادہ کیا کہ گھر چلوں مگر ساتھ ہی خیال آیا۔ اب یہ صورت کنبے میں دکھانے اور عزیزوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہی کس منہ سے جاؤں اور کس دل سے شہر میں پھروں۔ شام تک اسی ادھیڑ بن میں مبتلا رہا اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ اب زندہ گھر جانا بے غیرتی کی انتہا ہے۔ اسی وقت بازار گیا تولہ بھر افیون لی اور بیوی کو یہ خط لکھا۔

" امرتسر پہنچکر معلوم ہوا کہ اکرم صرف دو ہفتہ ہوئے لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔ میں اور تم دونوں دنیا ہی میں نہیں خدا کے ہاں بھی اس بات میں گرفتار ہوں گے جس شخص پر یہ مصیبت

گذر جائے اور جو بزرگوں کی ناک اس طرح کاٹ رہے وہ اب کس منہ سے گھر آئے اور لوگوں کو صورت دکھائے۔ نئی تعلیم نسلوں کے غلط راستوں اور طرز جدید کے خبط نے مجھکو یہ دن دکھایا۔ میں اب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں اور جس وقت یہ خط تم کو پہنچیگا اس وقت میری لاش بھی دفن ہو چکی ہوگی۔ بیوی بچے بیٹھے ہیں کہ مجھکو قبر بھی نصیب نہ ہوگی۔ ڈاکٹر میری لاش کو چیر پھاڑیں گے اور بھنگی چمار مجھکو دفن کریں گے۔ کفن، قبر، نماز اور زیارت مجھکو کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہ تمام مصیبت یہ ساری آفت اس خیال کا انجام اور اس شوق کا نتیجہ ہے جو مجھے اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسری طرف لے گئے۔ میری موت بظاہر ایک موت ہے مگر درحقیقت میرے مقلدین کے لئے عبرت ہوگی اور مسلمان سمجھ جائیں گے کہ مذہب سے علیحدگی کیا وبال لاتی ہے۔ میں اس وقت اپنے افعال پر نادم، اپنی حرکتوں پر پشیمان اور اپنی غلطیوں پر متاسف ہوں۔ میری روح اس وقت جسم خاکی کو چھوڑ کر اس مالک حقیقی کے حضور میں جاتی ہے جس کی نافرمانی میں نے عمر بھر کی اور جس نے مجھکو یہ دن دکھایا۔ مگر میں آج تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، مسلمان مرتا ہوں اور دعا کرنا کہ مسلمان ہی اٹھوں۔"

اتنا لکھکر میر حسین نے خط بند کرکے ڈاک میں ڈالا۔ آستین کو تپائی پر لٹایا اور کہا "الٰہ العالمین میرے گناہوں کو معاف کیجیو۔ میری ناپاک روح اب تیرے حضور میں حاضر ہوتی ہے کیونکہ اب دنیا میں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔" اتنا کہکر میر حسین نے افیون کھالی اور تپائی پر پڑکر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔